عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد:۳۲ | ۳تا۱۰ربیع الاول۱۴۳۴ھ مطابق ۱۶تا۲۲جنوری۲۰۱۳ء | شمارہ:۳

شیخ الکل مولانا
عبدالستار تونسویؒ
کا وصال

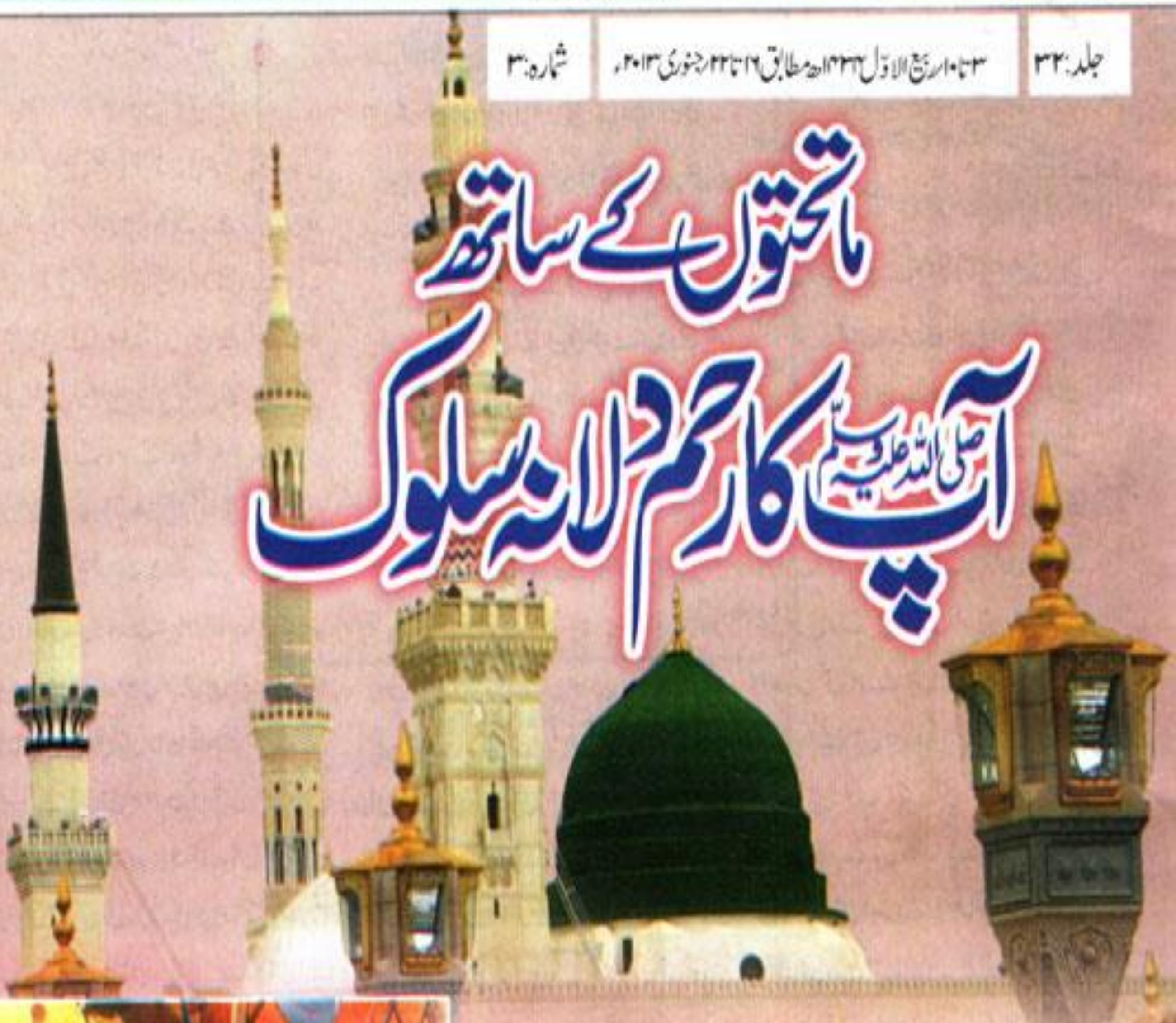

ماتحتوں کے ساتھ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمدلانہ سلوک

فتنۂ قادیانیت کے خلاف جہاد

جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرکوبی

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

معذور خالہ کی دیکھ بھال اور اس کے مال میں تصرف

محمد اعجاز، کراچی

س:...... میری خالہ کی عمر تقریباً ۸۰ سال ہے، نفسیاتی مریضہ ہیں، ایک بات کرتی ہیں دو گالیاں دیتی ہیں، ان کی اولاد نہیں ہے، ایک سوتیلی بیٹی ہے وہ پوتی نواسی والی ہے اس کو ساتھ رکھنا بالکل پسند نہیں کرتی ہیں جس مکان میں رہتی ہیں وہ خالو کے نام ہے، وہ ۱۹۶۹ء میں انتقال کر گئے، خالہ کا ذریعہ معاش کوئی نہیں ہے، پہلے وہ بچوں کو قرآن شریف پڑھاتی تھیں، جس مکان میں وہ رہتی ہیں سارے عزیز و اقارب اس میں یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ ان کی سوتیلی بیٹی کا ہے، ابھی وہ خالہ سخت بیمار ہو گئی تھیں تو ان کے لئے گھر کے بکس وغیرہ سے کپڑے کی ضرورت تھی، بکس کو کھولا تو اس میں کپڑے، لحاف اور بہت سا سامان اور رقم جو ہزاروں میں ہے ملی۔ چاندی اور سونا نہیں تھا۔ رقم میں نے اپنے قبضہ میں لے لی ہے۔ رقم میں سے ان کی بیماری کے اخراجات، دوائیں، اچھی غذا اور تمام اخراجات صرف ان پر خرچ کر رہا ہوں، وہ رقم ان کے مرنے کے بعد اگر بچی تو ان کے کفن دفن، بجلی کا بل، گیس کا بل پر خرچ کروں گا۔ باقی رقم ان کے لئے صدقہ جاریہ میں دینی کاموں کے لئے دے دوں گا۔ اس بات پر تقریباً سب لوگ راضی ہیں، آپ سے گزارش ہے کہ شرعی مسئلہ بتائیں تاکہ میں اللہ کے یہاں نہ پکڑا جاؤں۔ باقی سازو سامان، کپڑے اور دیگر اشیاء کی تقسیم کیسے ہوگی؟ یہ سب اشیاء ان کی محنت سے یا کسی نے ان کو دیں، اس میں ان کے شوہر کی کوئی چیز نہیں ہے، ان کی کوئی اولاد نہیں، ان کے تین بھائیوں میں سے ایک بھائی اور چار بہنیں زندہ ہیں؟

ج:...... واضح رہے کہ آپ کی خالہ ابھی چونکہ حیات ہیں، اس لئے ان کی ملکیت میں موجود تمام اشیاء اور روپے پیسے کی وہ خود مالک ہیں، اس میں کسی کا کوئی حق نہیں ہے، مگر وہ چونکہ اب نفسیاتی مریضہ ہیں اور اپنے نفع و نقصان کی خبر نہیں رکھتیں، اس لئے آپ ان پر ضرورت کے بقدر ان کا مال خرچ کرتے رہیں۔ کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا، دوائی علاج وغیرہ کی مد میں اور ان کی دیگر ذاتی ضروریات کی مد میں ان پر رقم خرچ کی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ بجلی کا بل، گیس کا بل، پانی کا بل وغیرہ اسی طرح اگر کسی کے واجبات دینا ہوں تو وہ آپ اس رقم سے ادا کر سکتے ہیں۔ البتہ نفلی صدقہ یا ضرورت کے بغیر رقم خرچ نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ آپ کے پاس امانت ہے اور انتقال کے بعد مرحومہ کی تمام اشیاء اور رقم وغیرہ ان کے موجودہ وارثوں کو ملے گی جیسا کہ مرحومہ کے بہن، بھائی وغیرہ ہیں اور مکان چونکہ آپ کے خالو کا ہے، اس لئے اس میں سے بھی بیوہ کا آٹھواں حصہ ہوگا جو ان کے بعد ان کے زندہ بہن بھائیوں کو ملے گا، آپ کی خالہ کی سوتیلی بیٹی ان کی وارث نہیں ہوگی

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

بلکہ وہ صرف اپنے والد کی جائیداد میں سے آدھے حصے کی مالک ہوگی اور باقی جو بچے وہ مرحوم کے انتقال کے وقت جو ورثاء موجود تھے، ان میں تقسیم ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

داڑھی رکھنے والے کو مولانا یا مولوی کہنا

عمران احمد قریشی، کراچی

س:...... آج کے دور میں اکثر مسلمان داڑھی تو رکھ لیتے ہیں مگر ان کا دین سے دور تک کا تعلق نہیں ہوتا اور ہمارے مسلمان بھائی سمیت اکثر لوگ انہیں مولانا صاحب یا مولوی صاحب کہہ کر پکارتے ہیں، اس طرح کچھ عاقبت نااندیش بھی ہوتے ہیں جو حلیہ مسلمانوں کی طرح بنا لیتے ہیں اور وہ نام کے مسلمان ہی ہوتے ہیں لوگ انہیں بھی مولوی یا مولانا صاحب پکارتے ہیں، جبکہ ایسے افراد انتہا پسندی کے کاموں میں حصہ لے کر مسلمانوں کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔

ج:...... مولانا یا مولوی صاحب کا لفظ لغت کے اعتبار سے تو دوست، حبیب اور سردار کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن اصطلاح میں یہ لفظ کسی باقاعدہ عالم و فاضل کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، بہرحال یہ عزت و توقیر کا لفظ ہے تو اسی انسان پر بولا جائے جو علم و عمل اور شکل و شباہت کے اعتبار سے اس کا اہل ہو۔

ہفت روزہ
ختم نبوۃ
مجلس

جلد:۳۲ ۲۳تا۱۰ربیع الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۶تا۲۲ جنوری ۲۰۱۳ء شمارہ:۳

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

شیخ الکل مولانا عبدالستار تونسوی کا وصال	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
ماتحتوں کے ساتھ آپ ﷺ کا رحم دلانہ سلوک	۹	مفتی محمد حبیب الرحمٰن
امام المناظرین حضرت علامہ تونسویؒ... حیات وخدمات	۱۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
فتنہ قادیانیت کے خلاف جہاد	۱۴	عبدالرشید عراقی
محبت کے کرشمے	۱۸	محترمہ تسنیم کوثر
''دردمند خاتون''.....(۲)	۲۰	مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدظلہ
جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی	۲۳	استاذ الحدیث مولانا فضل محمد مدظلہ
خبروں پر ایک نظر	۲۷	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا،کینیڈا،آسٹریلیا:۹۵ڈالر،یورپ،افریقہ:۷۵ڈالر،سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات،بھارت،مشرق وسطی،ایشیائی ممالک:۶۵ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰روپے، ششماہی:۲۲۵روپے، سالانہ:۴۵۰روپے
چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت،اکاؤنٹ نمبر 8-363اوراکاؤنٹ نمبر 2-927
الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی،فون:۳۲۷۸۰۳۳۷،فیکس:۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ،ملتان
فون:۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

دنیا سے بے رغبتی

آنکھوں کی بینائی جاتی رہنے کا بیان

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں جب دُنیا میں اپنے بندے سے دونوں آنکھیں لے لوں (یعنی ان کی بینائی جاتی رہے) تو اس کے لئے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۶۳)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں جس شخص کی آنکھیں لے لوں (یعنی بینائی جاتی رہے) پھر وہ صبر کرے اور ثواب کی نیت رکھے تو میں اس کے لئے جنت کے سوا کسی بدلے پر راضی نہیں ہوں گا۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۶۳)

ان احادیثِ مبارکہ سے بینائی جاتی رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی، کہ حق تعالیٰ اس مصیبت کے بدلے اس کو اپنی رحمت سے جنت عطا فرمائیں گے، بشرطیکہ وہ اس مصیبت اور تکلیف پر اللہ تعالیٰ کے انعام اور وعدے کا یقین رکھتے ہوئے اس پر صبر کرے، اور صبر کا مطلب یہ ہے کہ اس مصیبت پر جزع فزع نہ کرے، اور حق تعالیٰ شانہٗ کی شکایت اس کے دل میں پیدا نہ ہو، اگر آنکھوں کا علاج ہوسکتا ہو تو علاج کرانا صبر کے منافی نہیں، کیونکہ علاج کا شریعت نے خود حکم دیا ہے، تاہم اگر بینائی مل گئی تو جس فضیلت اور ثواب کا ان احادیثِ مبارکہ میں وعدہ کیا گیا ہے وہ فضیلت میسر نہیں آئے گی، چنانچہ جب ایک نابینا صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمادیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اگر کہو تو تمہارے لئے بینائی کی دُعا کردیتا ہوں، حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے تم کو بینائی عطا فرمادیں گے، اور اگر چاہو تو اس کے بدلے میں تمہارے لئے جنت کی دُعا کردوں۔

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے دن جب اہلِ مصائب کو بدلہ عطا کیا جائے گا، تو اہلِ عافیت (جو مصیبتوں سے محفوظ رہے) یہ آرزو کریں گے کہ کاش دُنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیئے گئے ہوتے (اور اس کے بدلے میں یہ ثواب ہمیں عطا کیا جاتا ہے)۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۶۳)

اس حدیثِ پاک میں اہلِ مصائب کے لئے بڑی تسلی ہے کہ ان معمولی مصیبتوں اور تکلیفوں پر، جو انہیں دُنیا میں پہنچ رہی ہیں، انہیں آخرت میں ایسا اجر عطا کیا جائے گا کہ اہلِ عافیت کو ان پر رشک آئے گا۔ یہاں تو وہ شخص قابلِ رشک سمجھا جاتا ہے جو ہر طرح عافیت سے ہو، لیکن قیامت کے دن اس کے برعکس وہ شخص لائقِ رشک ہوگا جو دُنیا میں مبتلائے مصائب رہا۔

یہاں یہ ذکر کردینا ضروری ہے کہ گو مصائب بھی اپنے اجر وثواب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں، مگر ہمیں یہ حکم نہیں کہ از خود اللہ تعالیٰ سے مصائب کی دُعا کیا کریں، اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عافیت ہی کی دُعا کرنی چاہئے، عافیت بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اور مصیبت وتکلیف بھی اگرچہ مالک کا انعام ہی انعام ہے، مگر ہم کمزور ہیں، اور ہمارے ضعف کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی نعمت مانگا کریں، کیونکہ مصیبت پر جس صبر ورضا کی ضرورت ہے، شاید ہم سے اپنے ضعف کی بنا پر اس کی بجا آوری نہ ہوسکے اور مصائب کا تحمل ہم نہ کرسکیں۔ اس لئے مصیبت کے نزول کی دُعا کرنا تو خلافِ ادب اور خلافِ عبدیت ہے، ہاں! اگر کسی کو من جانب اللہ کسی مصیبت میں مبتلا کردیا جائے تو تسلیم ورضا کا شیوہ اختیار کرے، صبر کا دامن مضبوط تھامے اور آخرت کے اجر وثواب پر نظر رکھے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کسی نازل شدہ تکلیف اور مصیبت کے دفع کرنے کی تدبیر کرنا، اور حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کی دُعا کرنا صبر ورضا کے منافی نہیں، بلکہ یہ دونوں چیزیں جمع ہوسکتی ہیں۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص بھی مرتا ہے (خواہ نیک ہو یا بد) اسے ندامت ضرور ہوتی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اسے ندامت کس بات کی ہوتی ہے؟ فرمایا: اگر نیک ہو تو اسے یہ ندامت ہوتی ہے کہ اس نے اپنی نیکیوں میں اضافہ کیوں نہ کرلیا، اور اگر بُرا ہو تو اسے یہ ندامت ہوتی ہے کہ وہ بُرائی سے کیوں باز نہ آگیا۔" (ترمذی، ج:۲، ص:۶۳)

مرنے کے بعد نیک آدمی کو افسوس ہوگا کہ کاش! اس نے دُنیا میں، جو دارالعمل تھا، زیادہ سے زیادہ نیکیاں سمیٹ لی ہوتیں، اور بُرے آدمی کو افسوس ہوگا کہ کاش! وہ ان بُرائیوں سے باز آجاتا، افسوس کہ ان بُرائیوں کی تلافی کا موقع جاتا رہا۔ حدیثِ پاک کی دعوت یہ ہے کہ آدمی کو اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ غنیمت سمجھنا چاہئے، اگر اللہ تعالیٰ نے طاعات کی توفیق عطا فرما رکھی ہے تو زیادہ سے زیادہ سرمایۂ آخرت جمع کرنا چاہئے، اور خدانخواستہ بُرائیوں میں مبتلا ہے تو اسے ہوش کے ناخن لینے چاہئیں، اور اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنے سے باز آنا چاہئے، جو کچھ اب تک کرچکا ہے اس کے تدارک وتلافی کی فکر کرنی چاہئے، کیونکہ آنکھیں بند ہوتے ہی موقع ہاتھ سے جاتا رہے گا، پھر نہ کسی نیکی میں اضافہ کرسکتا ہے اور نہ کسی بُرائی کے تدارک کی گنجائش ہے، اِلَّا مَنْ تَغَمَّدَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ! (جاری ہے)

اداریہ

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الکل مولانا عبدالستار تونسویؒ کا وصال!

ناظر اسلام، وکیل اہل سنت، حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نشتر ہسپتال ملتان میں ۲۱ر دسمبر ۲۰۱۲ء عشاء کے وقت انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مولانا عبدالستار تونسوی ۱۸ر مارچ ۱۹۲۶ء کو تونسہ ضلع ڈیرہ غازیخان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حکیم اللہ بخش تھا۔ آپ بلوچوں کے قبیلہ سہانی سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا اللہ بخش صاحب دینی، دنیوی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ مختلف اسکولوں میں پڑھاتے رہے۔ دن بھر پڑھاتے، فارغ وقت مسجد خلفائے راشدین تونسہ شریف میں دینی تعلیم وتدریس اور خدمت قرآن کا فریضہ سرانجام دیتے۔ آپ نے نصف صدی اس مسجد میں فی سبیل اللہ خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے اپنے بیٹے عبدالستار کو خود مقامی اسکول میں تعلیم دلوائی۔ پھر قرآن مجید ناظرہ عبدالستار نے حافظ محمد عثمان تونسوی سے پڑھا۔ دینی تعلیم کے لئے آپ مدرسہ محمودیہ خانقاہ تونسہ شریف میں داخل ہوئے۔ تونسہ شریف کی وجہ شہرت خانقاہ سلیمانیہ تونسہ ہے جس کی بنیاد حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ نے رکھی۔ خواجہ محمد سلیمان قوم افغان، قبیلہ جعفر سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا تولد تونسہ سے تیس کوس جانب دامن کوہ سلیمان (کوہ درگ) موضع گڑگوجی میں ہوا۔ سن ولادت ۱۱۸۴ھ ہے۔ پیدائش کے چار سال بعد والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والدہ نے ملا یوسف سے پڑھنے کے لئے بھیجا۔ نصف قرآن مجید ان سے پڑھا۔ پھر اپنی قوم کے ایک حاجی صاحب سے پڑھتے رہے۔ میاں حسن علی صاحب کے مدرسہ میں پڑھنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کی بیعت وخلافت حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ نزد چشتیاں ضلع بہاولنگر سے تھی۔

خواجہ نور محمد صاحب اوچ شریف کے سفر پر تھے۔ خواجہ محمد سلیمان کی یہاں ان سے ملاقات ہوئی۔ خواجہ سلیمان صاحب نے بیعت کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ خواجہ نور محمد مہارویؒ کے شیخ اور مرشد مولانا فخر الدینؒ تھے۔ انہوں نے خواجہ نور محمد صاحب اپنے مرید وخلیفہ سے فرمایا کہ کوہستانی شاہباز پر پرزے نکال رہا ہے اسے پھانسو۔ اس کا قبضہ میں آنا دونوں جہاں کی نعمتوں کے حصول کے مترادف ہے۔ وہ اپنے وقت کا سلیمان ہوگا۔ چنانچہ کوٹ مٹھن سے مشائخ کا قافلہ اوچ شریف خواجہ نور محمد صاحب کی ملاقات کے لئے آیا تو اس میں خواجہ محمد سلیمان بھی تھے۔ خواجہ محمد سلیمان کے علاقہ کے لوگوں کو عموماً روہیلے کہا جاتا تھا۔ حضرت سید جلال الدین بخاریؒ کے سجادہ نشین خواجہ نو بہار کی بیعت کرنے کے بعد خواجہ نور محمد صاحب نے خواجہ محمد سلیمان تونسوی کو اوچ شریف میں بیعت کیا۔ پھر خواجہ مہاروی نے اپنے مرید وخلیفہ مولانا محمد حسین سے فرمایا کہ ہمیں مبارک دو کہ وہ شاہباز عقل جس کے لئے سال بسال ہم کو سفر کرنا پڑتا تھا اب ہمارے دام میں آگیا۔

خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے جانشین خواجہ اللہ بخش تونسوی تھے۔ ان کے جانشین خواجہ محمود صاحب تھے۔ خواجہ محمود کے زمانہ میں مدرسہ محمودیہ قائم ہوا۔ جہاں حضرت مولانا عبدالستار تونسوی نے مولانا خالق داد، مولانا عبدالستار شہلانی، مولانا خان محمد اور مولانا غلام رسول صاحب سے تعلیم حاصل کی۔ مؤخر الذکر دونوں حضرات دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت خواجہ محمود صاحب نے مولانا خان محمد صاحب کو دیوبند بھیجا تھا۔ چنانچہ اس روایت کے تحت مولانا عبدالستار تونسوی

صاحب کو بھی دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا۔ ۴۷-۱۹۴۶ء میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔

۱۶ر جمادی الاوّل ۱۴۲۶ھ کو فقیر راقم نے مسجد عثمانیہ ملتان میں آپ سے چند سوالات کئے۔ آپ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میں نے بخاری اور ترمذی، حضرت مدنیؒ، مسلم شریف مولانا بشیر احمد صاحب، ابوداؤد مولانا اعزاز علی صاحب، ابن ماجہ قاری محمد طیب، نسائی مولانا فخرالحسن، طحاوی مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، شمائل ترمذی مولانا اعزاز علی، مؤطا امام مالک مولانا عبدالخالق المعروف حضرت صدر صاحب سے دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ وفاق المدارس کے موجودہ صدر گرامی حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا سید بشیر احمد لودھراں آپ کے ہمدرس تھے۔ جو طلباء کی جماعت دورہ حدیث شریف میں عبارت پڑھتی تھی۔ ان میں حضرت مولانا عبدالستار تونسوی بھی نمایاں طور پر شامل تھے۔

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد شعبان میں لکھنؤ امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی خدمت میں چلے گئے۔ آپ نے یہاں مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا عبدالسلام بن مولانا لکھنوی اور مولانا محمد صدیق سے تعلیم حاصل کی۔ فن مناظرہ میں یہ حضرات اس وقت امام مانے جاتے تھے۔ ان سے باقاعدہ آپ نے کلاس مناظرہ میں ٹاپ کیا۔ لکھنؤ میں آپ کے ہمدرس حضرت علامہ مولانا قادر بخش بھی تھے جو فیروزہ ضلع رحیم یار خان کے باسی تھے۔

جب آپ لکھنؤ پڑھ رہے تھے۔ اسی دوران پاکستان بنا۔ آپ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد سفر کیا۔ راستے مسدود تھے۔ سہارنپور تک آئے۔ دیوبند نہ جاسکے۔ سہارنپور سے پاکستان آگئے۔ پاکستان میں آکر اپنے گھر پر طلباء کو درس نظامی کی کتب پڑھانی شروع کیں۔ پھر تجر سیداں نزد تونسہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے اپنی تدریس کے زمانہ میں مقامات، متنبی، حماسہ کئی بار پڑھائیں۔

آپ بجا طور پر شیخ الادب تھے۔ تجر پور سیداں کے بعد مدرسہ محمودیہ کے اس دور کے مہتمم اور خانقاہ سلیمانیہ محمودیہ کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نظام الدین کے حکم پر اپنی مادر علمی مدرسہ محمودیہ تونسہ میں اپنے اساتذہ کے زیر سایہ تدریس کا آپ نے بیڑا اٹھایا۔ یہاں آپ نے بخاری شریف تک کی تعلیم دی۔ اس دوران آپ قریب وجوار میں تبلیغ اسلام کے لئے بھی تشریف لے جاتے۔

آپ کا باضابطہ پہلا مناظرہ جنوری ۱۹۴۹ء میں منگروٹہ شرقی نزد تونسہ میں ہوا۔ حضرت مولانا در محمد صاحب مخدوم عالی ضلع ملتان میں عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا در محمد صاحب منگروٹہ شرقی کے باشندہ تھے۔ مولانا در محمد صاحب کا بھائی اپنے دوستوں کے ساتھ اہل تشیع کی مجلس سن کر آیا۔ اپنے بھائی کو کہا کہ یا تو آپ شیعہ کے کسی مناظر کے سامنے گفتگو کریں اور مجھے مطمئن کریں۔ ورنہ میں شیعہ ہو جاؤں گا۔ مولانا در محمد صاحب، مولانا عبدالستار صاحب تونسوی کو لے کر گئے۔ آپ نے سردی کے باعث دیہاتی طرز کا موٹی اون کا کھڈی پر تیار کردہ موٹا کمبل پہن رکھا تھا۔ مقابلہ میں اہل تشیع کی طرف سے مناظر ذوالفقار شاہ تھے۔ جن کے متعلق مشہور تھا کہ وہ صحاح اربعہ کے حافظ ہیں۔ اہل سنت کے ہاں چھ حدیث کی کتب کو صحاح ستہ کہا جاتا تھا اور شیعہ حضرات کے ہاں چار، ان کی حدیث کی بنیادی کتب کو صحاح اربعہ کہا جاتا ہے۔ سید ذوالفقار شاہ صاحب شیعہ مناظر گویا اپنے مسلک کے ٹاپ کے نامور مذہبی رہنما تھے۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی آج پہلی بار مناظرہ کے میدان میں تشریف لائے تھے۔ چند ٹرنوں میں شیعہ مناظر پر یہ کیفیت تھی کہ سردی کے باوجود گویا پسینہ میں نہا گئے۔ پانی پہ پانی کے گلاس چڑھائے۔ سید ذوالفقار شاہ صاحب کوٹ، جبہ، پستول، طرہ، کتابوں، بندوقوں کے جلو میں میدان میں اترے تھے۔ ادھر حضرت تونسوی سادہ کمبل میں ملبوس تھے۔ مناظرہ کے آخر پر کیفیت یہ تھی کہ حضرت تونسوی کو لوگوں نے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور فریق مخالف ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈنے سے ملنا بھی دشوار ہو گیا۔ تحریف قرآن موضوع تھا اور میدان تونسوی صاحب نے مار لیا۔

چکوال، تونسہ، لتڑی شمالی، دولتانہ ضلع وہاڑی، اسلام پور رحیم یار خان، وجھیان ضلع سرگودھا، سیت پور ضلع مظفر گڑھ، باگڑ سرگانہ، بھکر بار ضلع سرگودھا، راناواہن، کچھی بہار، بہاری غربی، تھانہ چوک قریشی محمد پور دیوان، دولتانی اکثر مناظرے آپ کے شیعہ نامور مناظر مولانا محمد اسماعیل گوجروی سے ہوئے۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب کو فقیر نے دیکھا ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں فیصل آباد، مولانا تاج محمود، مولانا مفتی زین العابدین، مولانا محمد ضیاء القاسمی، صاحبزادہ افتخار الحسن، حکیم عبدالرحیم، مولانا محمد اسحق، مولانا محمد صدیق، مولانا صاحبزادہ فضل رسول اور دیگر حضرات کے یہ شانہ بشانہ تھے۔ بلاء کے تیز رفتار،

گرجدار آواز کے حامل خطیب تھے۔ عبارتیں فرفر پڑھنے میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ جہاں جاتے چیلنج پر چیلنج دیتے۔ مناظرہ کے چیلنج کے بغیر تو ان کی تقریر کا تصور نہ تھا۔ مولانا احمد شاہ چوکیروی، مولانا دوست محمد قریشی، حضرت خواجہ قمرالدین سیالویؒ، حضرت مولانا محمد صدیق اہل حدیث مناظر سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی کے مناظرے ہوئے۔ لیکن دیانتداری کی بات ہے حضرت مولانا عبدالستار تونسوی صاحب سے ان کے دو چار مناظروں کے بعد مولانا تونسوی صاحب کا نام سنتے ہی اسے پسینہ چھوٹ جاتا تھا۔ وہ حیلے بہانے سے سامنے آنے سے کنی کتراتا تھا۔ جہاں سامنا ہوا اس کا پتہ پانی ہو جاتا تھا۔

فقیر راقم عینی گواہ ہے کہ ۱۹۶۸ء ماہ شوال کی سات تاریخ کو جھوک وڑ تحصیل تھانہ نوشہرہ جدید ضلع بہاول پور میں مناظرہ تھا۔ حضرت مولانا عبدالستار تونسوی مناظر تھے۔ معین مناظر مولانا سید محمد علی شاہ چپلی راجن، مولانا حافظ اللہ بخش گرواں اہل سنت کی طرف سے تھے۔ شیعہ حضرات کی جانب سے مولانا محمد اسماعیل گوجروی تھے۔ ان کے معاون مولانا قاضی سعید الرحمن تھے۔ مناظرہ میدان میں ہونا تھا۔ سامعین، شائقین اور ناظرین کے دونوں جانب سے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔ شیعہ نمائندے اہل سنت کے نمائندوں سے بات طے کر کے جاتے، شیعہ مناظر اپنے لوگوں کی طے کردہ بات سے انحراف کر جاتا۔ شیعہ زمیندار پھر آ کر نئے سرے بات طے کر کے جاتے۔ لیکن مولانا محمد اسماعیل پھر مکر جاتے۔ دن بھر یہ کیفیت رہی۔ لیکن شام تک شیعہ مناظر اپنے رہائشی مکان سے باہر نہ آئے۔ مولانا تونسوی صاحب صبح سے میدان میں سٹیج پر براجمان ہوگئے۔ جب مولانا محمد اسماعیل صاحب کسی طرح مناظرہ پر تیار نہ ہوئے تو شیعہ، سنی رہنماؤں نے مولانا تونسوی سے درخواست کی کہ وہ تقریر کریں۔ مولانا تونسوی صاحب کی داڑھی کالی، بیالیس سال عمر، شباب کا جوبن، بھرپور قد کاٹھ، چہار پہلو والی ٹوپی، سفید کپڑے، سینے پر پستول آویزاں ہوا، خطاب کیا کیا، جادو کر دیا۔ ان کی ایک ایک للکار شیر کی دھاڑ معلوم ہوتی تھی۔ ایک ہی خطاب میں ہزاروں لوگوں کے عقائد کو صحیح کر گئے۔ آپ کی پوری زندگی اسی طرح کے شب و روز کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

آپ نے حجاز مقدس میں حرم کعبہ میں درس دیئے۔ مدینہ یونیورسٹی کے طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مدینہ منورہ میں ایک اہل تشیع سے مناظرہ بھی ہوا۔ مولانا عبدالستار تونسوی نے حجاز مقدس، افریقہ، امارات، بنگلہ دیش، برطانیہ نا معلوم کہاں کہاں عظمت اہل بیتؓ واصحاب رسولؐ کے جھنڈے بلند کئے۔ زندگی بھر آپ نے اہل تشیع سے تقابل رکھا۔ لیکن جب بھی گفتگو کرتے خطاب میں شیعہ بھائی کہہ کر خطاب کرتے۔ ایک داعی الی اللہ و مبلغ اسلام میں جو خوبیاں ہونی چاہئیں وہ آپ میں موجود تھیں۔

آج کل کے خطیب اپنی درشت بیانی سے جہاں جائیں شیعوں کو اشتعال دلا کر شیعیت پر اور پکا کر کے آتے ہیں۔ حضرت تونسوی صاحب کے بیان سے علاقہ بھر کی شیعیت ہل جاتی تھی۔ شیعہ عوام اپنے خطیبوں سے پوچھتے کہ کتابیں ہماری ہیں۔ مسائل اہل سنت کے کیوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں، اذان، خلفاء اربعہ تمام مسائل ہماری کتب میں اہل سنت والے کیوں ہیں؟ شیعہ حضرات اپنی پبلک کو قابو کرنے کے لئے بڑا زور لگاتے۔ کتنے حضرات راہ راست پر حضرت تونسویؒ کے بیان سے آئے۔ یہ مستقل تاریخ کا باب ہے۔

تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر، احمد پور شرقیہ، کوٹ ادو، خدام الدین لاہور، جامعہ فریدیہ اسلام آباد، حرمین شریفین، جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں آپ نے ہزارہا علماء کرام کو رد رفض پر تیاری کیا کرائی گویا مناظر بنا دیا۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں آپ شعبان کے آخیر اور رمضان المبارک کے اول کے دس پندرہ دن دیتے تھے۔ فقیر راقم ان دنوں رد قادیانیت پڑھانے کے لئے آپ کے ہمراہ ہوتا۔ آپ کے پڑھانے کی شان یہ تھی کہ ہر لحہ برابر آپ کے دلائل تیز رفتار الیکٹرک سیڑھی کی طرح مدارج طے کرتے نظر آتے تھے۔ ایسا مخلص، مجاہد، با اصول عالم دین صدیوں بعد تک شاید دنیا نہ دیکھ پائے۔

مولانا صوفی غلام سرور، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا عبداللہ شاہ، مولانا بشیر احمد الحسینی، مولانا صاحبزادہ بشیر احمد، مولانا محمد حسین حیدری، مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد، مولانا مفتی محمد عیسیٰ، مولانا احسان الحق تونسوی، خواجہ فخرالدین تونسوی، خواجہ معین الدین تونسوی، مولانا مسعود اظہر، مولانا حق نواز جھنگوی، مولانا ضیاء الرحمن سمندری، مولانا قاری عبدالحئی عابد، مولانا خدا بخش شجاعبادی ایسے بلا مبالغہ بیس ہزار سے زائد علماء آپ کے شاگرد ہوں گے۔ صرف بنوری ٹاؤن اور تنظیم اہل سنت کے طلباء کی تعداد کو سامنے رکھا جائے۔ جب بھی دس پندرہ ہزار سے زائد علماء،

ہوں گے۔ جنہوں نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔

مولانا تونسوی صاحب اپنے موقف کے پکے تھے۔ سیدنا علیؓ کو اقرب الی الحق اور سیدنا معاویہؓ کو قریب الی الحق پر سمجھتے تھے۔ یزید علیہ ما علیہ کو سیدنا حسینؓ کی شہادت کا مجرم گردانتے تھے۔ زندگی بھر حیات النبی کے مسئلہ پر اکابر دیوبندی کی تحقیقات کے جھنڈے بلند کئے رکھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں اپنے علاقہ میں، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں ملک بھر میں عقیدہ ختم نبوت کے منادو مبلغ کا عظیم الشان کردار ادا کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے دل وجان سے قدردان تھے۔ ان کا ذکر خیر آتا تو کافی دیر ان کی مدح وتوصیف فرماتے تھے۔ چنیوٹ، چناب نگر، ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت فرماتے تھے۔

راقم کو یاد ہے کہ ایک دفعہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے پہلے دن ظہر کے بعد آخری بیان اس اجلاس میں آپ کا تھا۔ اسٹیج پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ، حضرت مولانا عبدالستار دائیں سے بائیں علی الترتیب تشریف فرما تھے۔ تینوں خدا رسیدہ اکابر کے اجتماع نے جلسہ گاہ کو انوار الٰہی کے نزول کا مہبط بنادیا تھا۔ اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ تشریف فرمائے آخرت بھی اسی ترتیب سے ہوئے۔

فقیر راقم تو آپ کی محبتوں پر فدا تھا۔ اتنی شفقت فرماتے تھے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ نہیں یاد کہ حضرتؒ سے کوئی بات کہی ہو اور آپ نے رد کردی ہو۔ بنوری ٹاؤن کے تمام دروس آپ کے سامنے ہوتے تو اتنی دعائیں دیتے کہ خون بڑھ جاتا۔ کراچی سے ملتان کے لئے ایک سفر بھی ایک ساتھ ٹرین میں ہوا۔ دیگر جلسوں پر شرکت ہوتی تو روحانی غذا مل جاتی۔ ایک بار مولانا مفتی محمد جمیل خان صاحبؒ نے اسلام آباد میں دیوبندی علماء کا مشترکہ اجلاس رکھا۔ دعوت نامہ مولانا خواجہ خان محمدؒ کی طرف سے تھا۔ اہتمام وداعی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تھی۔ فقیر دعوت نامہ لے کر حاضر ہوا۔ ڈائری دیکھی تو فرمایا کہ بالکل فارغ نہیں بہت مشکل ہے۔ فقیر نے عرض کیا آپ پہلے دن ظہر کے بعد لیہ کے قریب بیان سے فراغت کے بعد تھل ایکسپریس سے سفر کریں۔ اگلے دن اسلام آباد ظہر تک اجلاس میں شریک رہیں۔ ظہر کے بعد جہاز سے ملتان اور پھر ملتان سے رات عشاء کے بعد جہاں وعدہ ہے وہاں تشریف لے جائیں۔ جلسوں کی وعدہ خلافی بھی نہ ہوگی۔ ہمارا بھی کام ہوجائے گا۔ مان گئے اور پھر ایسے کیا۔

آپ کا ملتان قیام ہوتا تو گاڑی دفتر ختم نبوت میں پارک کرتے۔ گاڑی کے آنے سے پتہ چل جاتا کہ حضرت ملتان میں مسجد عثمانیہ حافظ غلام قادر کے ہاں ہیں۔ ملاقات کے لئے جاتے تو سدا بہار ہوجاتے۔ بہت ہی دعائیں دیتے۔ مجلس کے ہر خورد وکلاں دوست وبزرگ رہنماؤں کی وفات پر تعزیت کے لئے ضرور تشریف لاتے۔ مولانا عزیز الرحمن صاحب سے بہت محبت کا برتاؤ فرماتے۔ مولانا عزیز الرحمن جالندھری حج سے تشریف لائے۔ آپ مٹھائی کا ٹوکرا لیکر مبارک باد کے لئے تشریف لائے۔ رکھ رکھاؤ اور وضع داری بھی مثالی تھی۔ آپ کا سینہ وچہرہ مؤمن کا تھا۔ جس پر ناراض ہوتے ظاہر وباطن سے اس پر ناراض ہوتے۔ راضی ہوتے تو کرم وعفو کے پہلو میں جگہ مل جاتی۔

آپ ایک ضابطہ کے انسان تھے۔ زندگی بھر صاف شفاف معاملہ رکھا۔ اجلا سفید لباس، اس سے زیادہ اجلا کردار۔ اس سے زیادہ اجلے تمام دنیوی معاملات، غرض اپنی طرز کے وہ ایسے بزرگ تھے جن کو حق تعالیٰ نے خوبیوں کا منبع بنادیا تھا۔ ۱۹۴۷ء سے ۲۰۱۲ء تک پچپن سال برابر اس دھرتی پر توحید ونبوت، صحابہ واہل بیت کی عظمت اور عقائد حقہ کی تبلیغ میں اخلاص کے ساتھ وقت گزارا۔ ۱۹۲۶ء سے ۲۰۱۲ء تک ستاسی سال عمر بنتی ہے اور اگر قمری تاریخ کا اعتبار کیا جائے تو نوے سال سے زائد آپ نے عمر پائی۔ زندگی بھر اس آب وتاب سے وقت گزارا کہ دیکھ کر سیکھا جاسکتا ہے کہ سلیقہ کی زندگی کیسے گزاری جاسکتی ہے۔ آپ ایک متبحر عالم، کامل شیخ، کامیاب مناظر اور فاتح جرنیل تھے۔ آپ کیا گئے تاریخ کا ایک باب بند ہوگیا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! تنظیم اہل سنت، آپ کے صاحبزادگان، جامعہ عثمانیہ آپ کے لاکھوں شاگردان ومریدین تعزیت کے مستحق ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سب سے تعزیت گزار اور دعا گو ہے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ماتحتوں کے ساتھ آپ ﷺ کا رحم دلانہ سلوک

مفتی محمد حبیب الرحمٰن دیودرگی

یہ خدائی نظام ہے کہ کوئی مالک ہے تو کوئی مملوک، کوئی آقا ہے تو کوئی غلام، کوئی امیر ہے تو کوئی غریب، کوئی ذمہ دار ہے تو کوئی ماتحت، اس میں انسانی قوت کا کوئی دخل نہیں، لیکن آزمائشی مرحلہ یہ ہے کہ مالک اپنے مملوک کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے؟ مخدوم اپنے خادم کے ساتھ کیا رویہ اپناتا ہے؟ حاکم اپنے مملوک کے تئیں کس سلوک کا مظاہرہ کرتا ہے؟ آقا اپنے غلام کے ساتھ کس رخ کو اپناتا ہے؟ ذمہ دار اپنے ماتحت کے تئیں کس پہلو کو اختیار کرتا ہے؟ ان میں سے ہر ایک کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ پیش نظر رکھنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محکومین، مخدومین، ماتحتوں، خدام کے ساتھ کیا طریقہ کار اپنایا ہے؟ چونکہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت مخدوم بھی تھے محکوموں کے حاکم بھی تھے، رعایا کے امیر بھی تھے، اسی لئے آپؐ کے اسوہ میں انسانیت کے ہر طبقہ کے لئے راہنمائی موجود ہے، جس سے ہر ایک مستفید ہو سکتا ہے، سیرت رسول کے مطالعہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ آپؐ نے جس طرح دیگر افراد کے حقوق کا تذکرہ فرمایا، جہاں دیگر طبقات کے حقوق کی یاد دہانی کروائی وہاں آپؐ نے غلاموں اور خدام کے حقوق کی جانب بھی توجہ دلائی، جہاں آپؐ نے غلاموں اور خدام کے حقوق کی جانب بھی توجہ دلائی، جہاں آپؐ نے خدام کے ساتھ نرمی، ماتحتوں کے ساتھ اخوت کے پہلو کو اپنانے کی ترغیب دی، وہیں پر غلاموں کے ساتھ شفقت ومحبت کا مظاہرہ کرنے انہیں آزاد کرنے کی ترغیب دی۔

غلاموں وخدام کے حقوق:

ایک انسان جب کسی کی خدمت کے لئے وقف ہو جائے تو مخدوم کے ذمہ بھی کچھ حقوق عائد ہوتے ہیں، یہی نہیں کہ مخدوم خدام سے خدمت تو لے، اس کے بعد جب ادائیگی حقوق کا مرحلہ ہو تو انجان ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقوق کا اتنا اہتمام فرمایا کہ اخیر مراحل میں بھی جس چیز کی وصیت فرمائی، اس میں غلام کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرنے کی تلقین فرمائی۔ (مسند احمد،۵۸۲،مسند علی)

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا: تمہارے خادم و غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا ماتحت بنایا ہے، جو خود کھائے، وہ اپنے غلام وخادم کو کھلائے، جو خود پہنے، وہ اپنے خادم و غلام کو بھی پہنائے، ان پر ضرورت سے زائد بوجھ مت ڈالو، اگر ڈال ہی دو تو تم بھی ان کی اعانت وامداد کرو۔

(بخاری،۳۰،باب المعاصی من امر الجاہلیہ)

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت تامہ کا اثر ہے کہ آپؐ نے خدام وغلاموں کو ماتحتوں کی صف سے اٹھا کر بھائی کے درجے تک پہنچا دیا، جس طرح ایک انسان اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ غلط سلوک کا تصور تک نہیں کر سکتا، اسی طرح اپنے غلام وخادم کو بھائی ہی تصور کرے، اسی طرح خوراک وپوشاک میں غلاموں کے ساتھ ہم مثل برتاؤ کرے، صحابہ کرامؓ کا عجیب و غریب مزاج تھا، دربار نبوی سے کوئی بات سنتے تو فوراً اس کا اثر قبول کرتے ہوئے عمل در آمد فرماتے، حضرت ابوذرؓ جو مقام ربذہ میں رہا کرتے تھے، انہوں نے آپ کا یہی فرمان سن رکھا تھا، انہوں نے جو اچھا کپڑا پہنا تھا، وہی کپڑا اپنے غلاموں کو بھی پہنا دیا تھا، معرور بن سوید نے ابوذر سے وجہ دریافت کی تو ابوذرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کر دیا۔

(بخاری،۳۰،باب المعاصی من امر الجاہلیہ)

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرامین ماتحتوں کے حقوق کی نشاندہی کر رہے ہیں، سردار مخدوم کو اس جانب متوجہ کر رہے ہیں کہ وہ اپنے ماتحتوں کے ساتھ برادرانہ اسوہ اپنائیں، نہ یہ کہ وہ اپنے ماتحتوں کی توہین وتحقیر کریں۔

خدام کی تنبیہ:

کئی مرتبہ غلطی کرنے، پر نافرمانی کی راہ اپنانے پر خدام کی تنبیہ کی جا سکتی ہے، لیکن تنبیہ کا طریقہ کار ایسا اپنایا جائے کہ جس سے غلام کی اصلاح بھی ہو اور تکلیف بھی نہ ہو، آپؐ کے جو اوصاف مبارکہ نقل کئے ہیں، ان میں اہم وصف کی جانب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے توجہ دلائی کہ آپؐ نے کبھی بھی کسی خادم کو نہ مارا اور نہ ہی کسی عورت کو مارا۔

(ابوداؤد،۴۷۸۶،باب التجاوز فی الامر)

آپؐ نے جیسے خود مارنے سے احتراز کیا، اسی طرح دیگر صحابہ کرامؓ کو بھی اس سے باز رکھتے رہے، ابو مسعودؓ انصاری فرماتے ہیں: ایک دفعہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا، میں نے اپنے پیچھے ایک آواز سنی: ''جان لو

ابومسعود! اللہ تم پر اس غلام سے زیادہ قادر ہے۔" اس آواز کی جانب متوجہ ہوا تو آپؐ موجود ہیں، ابومسعودؓ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ غلام اللہ کے لئے آزاد ہے، آپؐ نے فرمایا: ابومسعود! اگر تم اس غلام کو آزاد نہ کرتے تو تمہیں آگ چھو لیتی۔

(مسلم،۱۶۵۰، باب صحبۃ الممالیک)

اسی طرح کا واقعہ عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ پیش آیا، ایک دفعہ انہوں نے اپنے غلام کو مارا، پھر اس کے بعد غلام کو طلب کیا، اس کی پشت پر مار کے اثرات دیکھے، اس کے بعد تکلیف کی بابت دریافت کیا، پھر آزاد کر دیا، درحقیقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحیم قلب کے اثرات تھے، جو صحابہ کرامؓ کے قلوب تک منتقل ہوئے تھے، نہ صرف یہ کہ آپؐ نے مارنے ہی سے منع فرمایا: بلکہ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اگر کوئی غلام کو مار ہی دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دے۔ (مسلم،۱۶۵۷)

غور کیجئے! صبح سے شام تک ایک شخص سے ہم خدمت لیتے ہیں، اتفاقاً اس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو ہم اس کو طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں حتی کہ زدوکوب بھی کر جاتے ہیں، کچھ ہی دیر بعد اس خادم وغلام سے خدمت کے خواہاں ہوتے ہیں، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ابھی تو وہ مطعون ومضروب تھا، تھوڑی ہی دیر میں وہ تمہارا خادم کیسے بن سکتا ہے؟ آخر وہ بھی تو انسان ہے، وہ بھی اپنے پہلو میں دل رکھتا ہے، ماتحتی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم اس کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھیں، نہ صرف یہ کہ آپؐ نے غلاموں کو مارنے ہی سے منع کیا ہے، بلکہ ان کے لئے صحیح الفاظ تک استعمال کرنے کی تلقین کی، تم میں کوئی بھی اپنے غلام وباندی کو عبدی، امتی نہ کہے، کیونکہ تم سب ہی اللہ کے بندے ہو اور تمام عورتیں اللہ کی باندیاں ہیں، لیکن تم اپنے غلاموں کو غلامی، باندیوں کو فتاتی کہہ سکتے ہو۔ (مسلم،۲۲۴۹، باب الفظۃ العبد)

خدام سے عفو ودرگزر:

انسان غلطیوں سے مرکب ہے، بشر ہونے کے ناطے کسی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے، اسی طرح اگر غلطی غلام ماتحت سے ہو جائے تو اس سے انتقام نہ لیا جائے، اس کی پکڑ نہ کی جائے، اس پر سختی نہ کی جائے، عفو ودرگزر کی راہ اپنائے، آپؐ نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ امت کو اسی کا پیغام دیا، ایک صحابیؓ آپؐ کی خدمت میں آکر دریافت کرنے لگے، خادم کو ہم کتنی دفعہ معاف کریں؟ آپؐ خاموش رہے، سوال دہرایا گیا تو پھر خاموش رہے، جب تیسری دفعہ سوال ہوا تو آپؐ نے فرمایا: روزانہ ستر دفعہ معاف کیا کرو۔

(ابوداؤد،۵۱۶۴، باب فی حق المملوک)

ماتحتوں کی غلطی پر پکڑ کرنے کے بجائے اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ ہمیں سزائیں دینے پر قادر ہے۔

خدام کے لئے دعا نہ کہ بددعا:

کوئی بھی انسان کسی کی خدمت کرتا ہے تو مخدوم خدمت کا صلہ تو حقیقی معنوں میں دے ہی نہیں سکتا، قلیل معاوضہ وخرچ خدمت کا صلہ نہیں ہو سکتا، تو کم از کم خدام کو دعاؤں سے نوازا جائے۔ حضرت انسؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو تین دعائیں دیں، عمر میں برکت کی، مال میں برکت کی، اولاد میں برکت کی، اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ خود حضرت انسؓ فرماتے ہیں، میں نے طویل عمر پائی، مال میں برکت یوں ہوئی کہ مدینہ میں سب کے باغ سال میں ایک دفعہ پھل دیتے تو میرے باغ دو دفعہ دیا کرتے، اولاد میں برکت یوں کہ آپ کی صلبی اولاد کی تعداد علامہ شمس الدین ذہبی کی صراحت کے مطابق ۱۰۶ تک پہنچ گئی تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۳۹۹، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جو آپؐ کے چچازاد بھائی ہیں، ایک موقع پر آپؐ کی خدمت کی تو آپؐ نے انہیں دعا سے نوازا:

"اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل۔"

(ابن ابی شیبہ،۳۲۲۲۳، باب ما ذکر فی ابن عباس)

ترجمہ: "اے اللہ! انہیں دین کا فہم نصیب فرما اور قرآن کے علم سے نواز دے۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ فقہ شافعی کی اکثر بنیادیں حضرت ابن عباسؓ کے اقوال ہی سے جا ملتی ہیں اور علم قرآن سے اللہ تعالیٰ نے ایسے نوازا کہ امام التفسیر کہلائے، مخدوم پر لازم ہے کہ وہ خادم کو دعاؤں سے نوازتا رہے، بجائے اس کے بددعا کا سہارا لے، بعض دفعہ خدام سے گستاخی یا طبیعت کے خلاف کسی بات کے پیش آجانے پر انسان تنبیہ کرنے کے بجائے بددعا کا سہارا لیتا ہے، آپؐ نے اس طرح بددعا کرنے سے سختی سے منع فرمایا، اپنے لئے بددعا نہ کرو، نہ ہی اولاد کے لئے، نہ ہی اپنے خادم کے لئے، نہ ہی اپنے مال کے لئے، اگر قبولیت کی گھڑی موافق ہو جائے گی تو یہ بددعا قبول ہو سکے۔

(ابوداؤد،۱۵۳۲، باب النہی ان یدعو الانسان)

حضرت انسؓ وزیدؓ کے ساتھ آپؐ کا کرم:

حضرت انسؓ نے آپؐ کی خدمت میں ایک طویل عرصہ گزارا، اس کے باوجود آپؐ نے کبھی ان پر ظلم وزیادتی نہ کی، کبھی ان کے ساتھ ناروا سلوک نہ اپنایا، بزبان خود حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں دس سال تک آپؐ کی خدمت کرتا رہا، قسم بخدا! آپؐ نے کبھی مجھے برا نہ کہا، نیز کبھی اُف تک نہ کہا اور کسی بھی چیز کے بارے میں یہ سوال نہ کیا کہ تم نے یہ کام کیوں نہ کیا یا یہ کیوں کیا؟ (مسند احمد،۱۲۷۸۰، مسند انس بن مالک)

خادم کی گواہی مخدوم کے حق انتہائی معتبر ہے،

کیونکہ خادم کو دوران خدمت سرد وگرم حالات سے گزرنا پڑتا ہے، اس کے باوجود نرمی کی تصدیق قابل حیرت ہے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے مجھے کسی ضرورت کے لئے بھیجا، میں نکلا تو بازار میں کھیلتے ہوئے بچوں کے ساتھ شامل ہوگیا، تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے پیچھے سے میری گردن پکڑ کر فرمایا: اے اُنیس! ابھی تک تم نے وہ کام کیا نہیں؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا: ابھی جا کر آتا ہوں یا رسول اللہ۔ (مسلم ۲۳۱۰ باب احسن الناس خلقا)

غور کیجئے! آپ ﷺ کے حکم فرمانے کے باوجود حضرت انسؓ کھیل میں مصروف ہوگئے، اتنی تاخیر ہوگئی کہ آپ ﷺ خود انسؓ کو تلاش فرماتے ہوئے نکل پڑے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے خادم پر کوئی نکیر نہ کی، خدمت میں کوتاہی پر کوئی حرف زنی نہ کی، بلکہ "یا اُنیس" کہہ کر مخاطب فرمایا، یہ انداز تخاطب انتہائی محبت سے بھرپور ہے، جس کو عربی میں "تصغیر" کہا جاتا ہے، چھوٹے بچوں کو ان الفاظ سے محبت کے اظہار کے موقع پر پکارا جاتا ہے، بجائے اس کے کہ آپ ان پر خفا ہوتے، انہیں ڈانٹتے، صرف آپ ﷺ نے محبوبانہ انداز میں استفسار فرمایا، مطلوبہ حکم کے بجا نہ لانے پر، کام نہ کرنے پر خدام کے ساتھ کیا طرز عمل اپنایا جائے اس سے بخوبی راہنمائی حاصل ہوتی ہے، اس طرح حضرت زید بن حارثہؓ جو حادثاتی طور پر غلام ہوگئے تھے اور غلامی کے ایام میں آپ ﷺ کی ملکیت میں آگئے تھے، زیدؓ کے والد بیٹے کی جدائی پر انتہائی غمگین و پریشان تھے، بیٹے کی جدائی پر انہوں نے اشعار بھی کہے، کسی طرح ان کے علم میں یہ بات آئی کہ حضرت زیدؓ آپ ﷺ کے غلام بن گئے ہیں، انہوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بیٹے کا مطالبہ کیا، آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو اپنے والد کے ساتھ جائیں یا یہیں رہیں۔ حضرت زیدؓ نے والد کے بجائے آپ کی غلامی ہی کو پسند کیا، حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اخلاق سے حضرت زید اتنے متاثر ہوگئے تھے کہ آزادی کے بجائے غلامی کو پسند فرمایا، والد کے بجائے، خاندان و قبیلہ کے بجائے آپ کو ترجیح دی، یہ وہی رحیمانہ و کریمانہ پہلوؤں کے اثرات تھے، جس کے سایہ میں حضرت زیدؓ پروان چڑھے تھے، جسے کسی بھی قیمت پر انہوں نے چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ (طبرانی ۴۶۵۱)

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مختلف مواقع پر آپ ﷺ نے ماتحتوں کے ساتھ نرمی، محبت، الفت، رحمت کے پہلو اپنانے کی تلقین کی ہے، آپ ﷺ نے ماتحتوں کے سلسلہ میں اس پہلو کی بھی رعایت کی کہ ان پر زائد بوجھ نہ ڈالا جائے، تحمل سے زائد کام نہ لیا جائے، اگر زائد کام لو تو ان کا ساتھ دے دیا کرو۔

(بخاری ۳۰ باب المعاصی من امر الجاہلیۃ)

آپ ﷺ کو غلاموں کی اتنی زیادہ فکر دامن گیر تھی کہ موقع بموقع غلاموں کے آزاد کرنے کی تلقین کی، غلاموں کی آزادی کو مختلف کفارات کے موقع پر شروع کیا گیا، غلاموں کے آزاد کرنے کی مختلف فضائل بیان فرمائے، ایک موقع پر فرمایا: جو بھی مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے تو وہ جہنم سے چھٹکارا پائے گا۔ (ترمذی ۱۵۴۷ باب ما جاء فی فضل من اعتق)

بلکہ آپ ﷺ نے تو غلاموں کے تعلق سے اتنا اہتمام فرمایا کہ آپ ﷺ کے آخری کلمات بھی غلاموں ہی کے تئیں تھے کہ تم اپنے غلاموں کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرو۔ (مسند احمد ۵۸۵ مسند علی)

یہ آپ کی فکر کا ہی نتیجہ ہے کہ آج دنیا سے غلامی کا خاتمہ ہوگیا۔ الغرض ہمیں اس بات کو جانچنے کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے ماتحتوں کے ساتھ اپنے خادموں، ملازموں کے ساتھ کیا رویہ اپناتے ہیں؟ کہیں ہم انہیں بے جا تکلیف تو نہیں دے رہے ہیں، کہیں ماتحتوں کے ساتھ ہمارا رویہ سیرت نبوی کے مخالف و متوازی تو نہیں ہے؟ جانچنے کے ساتھ ہمارے رویہ میں تبدیلی کی ضرورت ہے، سیرت رسول کے مطابق طرز عمل اپنانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

گھر کی اصلاح کی ضرورت

فرمایا: اپنے گھر کے تمام ماحول کو اسلامی بنانا چاہئے ورنہ آئندہ نسلیں اس سے بالکل بیگانہ ہو جائیں گی اور اس سے دین و دنیا کے بے شمار مفاسد پیدا ہوں گے، اپنا رہنا سہنا، لباس، پوشاک، وضع قطع، کھانا، پینا، سب شریعت وسنت کے مطابق ہونا چاہئے، گھر کے استعمال کا سامان بھی سادہ اور پاک وصاف ہونا چاہئے، حیثیت سے زیادہ قیمتی سامان جو محض نمائش کے لئے ہو اس کا مہیا کرنا اسراف بے جا ہے، کبھی ان میں اضافے کی ہوس اور کبھی ان کے خراب ہوجانے کا خدشہ قلب کو مشوش رکھتا ہے۔ قناعت تو ضروری سامان میں ہی نصیب ہوتی ہے، مغربی تہذیب کی لعنت ہمارے معاشرے کو اس قدر مسموم کرتی جارہی ہے کہ ہم غیر شعوری طور پر اس میں مبتلا ہوکر اپنے شعائر اور شعور اسلام سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔ وقار اسلامی اور روایات خاندانی اور لوازمات شرافت کو برقرار رکھنا چاہئے ورنہ دنیا میں بھی خواری ہے اور آخرت میں بھی خسران ہے۔ اگر انجام کار پر غور کیا جائے تو یہ بات خود عقل تسلیم کرلے گی۔ (ملفوظ، عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی نوراللہ مرقدہ)

امام المناظرین حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ

حیات و خدمات

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ ان چیدہ اور چیدہ شخصیات میں سے تھے، جنہیں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے شرف تلمذ حاصل ہوا، آپ نے رد رفض وخروج کے اسباق امام اہلسنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ سے حاصل کیے۔

آپ ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شرف پڑھا۔ ۱۹۴۷ء لکھنو میں روافض پر تربیت حاصل کی اور فسادات و ہنگامے پھوٹ پڑے اور آپ واپس تشریف لے آئے۔ آگے چل کر آپ نے تنظیم اہلسنت پاکستان کے پلیٹ فارم سے دعوت وتبلیغ کا کام شروع کیا، آپ کا تعلق تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان سے تھا۔ ڈی جی خان میں رفض اور بدعات کا دور دورہ تھا کہ سردار احمد خان پتافیؒ نے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ کے مشورہ سے تنظیم اہلسنت پاکستان قائم کی۔

تنظیم اہلسنت کے پلیٹ فارم سے حضرت مولانا سید انور شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا علامہ دوست محمد قریشیؒ، حضرت مولانا قائم الدین عباسیؒ، حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ، حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ، حضرت مولانا عبدالمجید ندیم مدظلہ، حضرت مولانا عبدالکریم شاہ ڈیرہ غازی خان جیسے خطباء عظام نے اپنی خطابت اور آواز کے جادو جگائے اور عوام کو رفض و بدعات سے نفرت دلائی اور انہیں توحید وسنت پر کاربند رہنے کی تلقین کی۔

آج سے چالیس سال پہلے جب راقم الحروف جامعہ عزیز العلوم شجاع آباد، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا میں زیر تعلیم تھا تو مولانا کا طوطی بولتا تھا، اونچے لمبے قد میں سینے پر پستول سجائے، کتابوں کے صندوق اٹھائے مولانا تونسوی بہت خوب لگتے تھے، انہیں شیعہ عمائدین کی تصنیفات اور امہات الکتب یاد تھیں، شیعہ سنی متنازعہ مسائل کا حل شیعہ کتب سے دیا کرتے۔

مثلاً بنات اربعہ، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار ہیں جبکہ موجودہ شیعہ ایک مانتے ہیں۔ حضرت تونسویؒ شیعہ کتب سے چار ثابت کرتے، شیعہ کلمہ، اذان، وضو، کارد ان کی کتب سے پیش فرماتے، شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ ان کی کتب سے پیش کرتے۔ علی ولی اللہ والی اذان کا رد بھی ان ہی کتب سے پیش فرماتے، باغ فدک سے متعلق موجودہ شیعہ کا موقف اور اس کا رد ان کی امہات الکتب سے پیش فرماتے۔

غرضیکہ شیعہ کی تردید ان کی کتب سے مولانا تونسویؒ کا محبوب ترین عمل تھا، مولانا کی دعوت وتبلیغ سے ہزاروں شیعہ اور متاثرین شیعہ کو اصلاح کی توفیق نصیب ہوئی۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی میں بندہ کی دعوت پر مدرسہ تعلیم القرآن صدیقیہ شجاع آباد کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے آئے۔ ایک چٹ آئی کہ آپ اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں، لیکن نعرۂ رسالت نہیں لگاتے۔ حضرت تونسویؒ نے فرمایا کہ آپ لوگ کلمہ طیبہ پڑھیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، درود شریف پڑھیں: "اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد" غرضیکہ اور بھی کئی اس طرح کی مثالیں دیں اور فرمایا کہ جیسے آپ لوگ کلمہ، درود شریف اذان میں محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں تو نعرۂ رسالت کا جواب محمد رسول اللہ سے دیں اور کئی دفعہ نعرۂ رسالت لگوایا۔

رد رفض کے محاذ پر کام کرنے والے مولانا حق نواز جھنگویؒ جیسے ہزاروں علماء کرام ان کے تربیت یافتہ تھے۔ موصوف جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی میں ہر سال شعبان اور رمضان المبارک کی سالانہ چھٹیوں میں تشریف لے جاتے اور فارغ التحصیل علماء کرام کو تربیت دیتے۔ نیز کئی ایک ایسے مدارس جہاں دورۂ تفاسیر ہوتے تو ان میں تشریف لے جاتے اور شرکاء دورۂ تفسیر کی تربیت فرماتے۔

ہر سال تنظیم اہلسنت پاکستان کے مرکزی دفتر میں شعبان اور رمضان میں علماء کرام اور مدارس عربیہ کے منتہی طلبا کرام کو شیعہ عقائد کی تعلیم دیتے، آپ مسلکاً پکے کھرے دیوبندی تھے اور

علماء دیوبند کی تحقیقات کو ''اقرب الی السنۃ'' قرار دیتے اور علماء دیوبند کے عقائد کی ترجمان کتب ''المہند علی المفند'' کو حرف آخر سمجھتے اور قرار دیتے، آپ نے معروف شیعہ مناظر اسماعیل گوجروی سے شیعہ سنی مسائل پر کئی ایک مناظرے کئے اور اسماعیل گوجروی کو ناکوں چنے چبوائے اور ایک وقت آیا کہ اسماعیل گوجروی ان کے نام سے ایسے بھاگتا جیسے کوا غلیل سے بھاگتا ہے۔

غرضیکہ ساری زندگی اصلاحی انداز میں دعوت وتبلیغ کا کام کیا، دوست دشمن ان کی علمی قابلیت کا لوہا مانتے ہیں، بہت سادہ، عام فہم اور مسکت گفتگو فرماتے۔ ایک آدمی نے کہا کہ حضرت چالیس سال سے ایک تقریر سنا رہے ہیں، کوئی اور تقریر سنادیں۔ فرمایا: جو تقریر تو نے چالیس سال سنی ہے، سنادے، وہ خاموش ہوگیا۔ فرمایا: تمہارا حال یہ ہے کہ چالیس سال تک سنی ہوئی تقریر نہیں یاد کی۔ فرمایا: تمہیں (عوام) کو پڑھاؤں یا تمہارے مولویوں کو۔ حال یہ ہے کہ تمہارے مولویوں کو عربی عبارت نہیں آتی، انہیں میں پڑھاؤں؟ اچھا بتلاؤ کہ انجینئروں کو میں پڑھاؤں۔ قاعدہ یہ ہے کہ کسی عمارت کی چھت کمزور ہو تو چھت کو نیچے سے تھل (سہارا) دی جاتی ہے، فرمایا کہ غازی گھاٹ کا پل کمزور تھا، میں وہاں سے گزرا تو تھل اوپر سے دی ہوئی تھی، یہ تمہارے انجینئر ہیں؟

اچھا یہ بتلاؤ کہ پلمبر مستریوں کو بھی میں پڑھاؤں، میں لیٹرین گیا تو ٹونٹی پیچھے لگی ہوئی تھی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ایک جلسہ میں فرمایا کہ تمہاری علمی استعداد تو کچی پہلی (نرسری) کے طلبا کی ہے اور تمہیں ایم اے والا وعظ سناؤں یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ فرمایا جو قوم چاقو کو کاچو کہے، بندوق کو بندوخ کہے، خاندان کو دان خواں کہے، آرام کو ارمان کہے اس پر علمی وعظ کیسے اثر انداز ہوسکتا ہے؟۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر کئی سال تک چناب نگر کانفرنس میں تشریف لے جاتے رہے۔ مجلس کا مزاج کانفرنسوں اور جلسوں میں چندہ کرنے کا نہیں ہے۔ ایک سال فرمایا کہ لوگ اپنے بزرگوں کے عرسوں پر جاتے ہیں، بکرے، چھترے، بھینسے اور آٹے کی بوریاں لے جاتے ہیں، کاش! کہ تم لوگ آتے ہوئے اور نہیں کم از کم ایک ایک مرغا اور انڈا لے آتے۔

راقم الحروف نے ایک کانفرنس کے موقع پر دعوت دی تو فرمایا کہ وعدہ کرو کہ ظہر کے بعد پہلی تقریر میری ہوگی اور ساتھ ہی فرمایا کہ پورے ملک میں تین آدمیوں نے میری تقریر پہلے کرائی تو چوتھا تو ہوگا، جو اس گنڈ بک کا فرد ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ میں پورے ملک کا ریکارڈ خراب نہیں کرنا چاہتا، بہرحال تشریف لائے اور قادیانی کتب سے کھول کر حوالے دیئے اور بیان فرمایا۔

ایک جلسہ میں تشریف لے گئے، کھانا آیا تو ڈونگے سے ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو سالن میں مرغے کی ایک ٹانگ تھی۔ صاحب جلسہ کو بلا کر فرمایا کہ میاں ''زورآورا'' یہ ان کا تکیہ کلام تھا بتلاؤ کہ تمہارے علاقہ میں مرغے لنگڑے ہوتے ہیں؟ اس نے کہا کہ نہیں تو فرمایا کہ اگر لنگڑے نہیں ہوتے تو اس کی دوسری ٹانگ کہاں گئی؟ دیہاتی علاقوں میں خالصتاً دیہاتی طرز، محاورے، تشبیہیں استعمال کرتے کہ سامعین ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوجاتے۔

باگڑ رگانہ، جھوک وڈھیل جیسے قصبات میں گوجروی سے مناظرے ہوئے جو مطبوعہ صورت میں موجود ہیں۔ اللہ پاک نے آخر وقت تک کسی کا محتاج نہیں کیا۔

بندہ نے ۱۴؍دسمبر ۲۰۱۲ء کا جمعہ جامع مسجد روڈ سلطان ضلع جھنگ پڑھایا، جمعہ سے فراغت کے بعد لاری اڈے پر بس کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ حضرت تونسوی کی گاڑی سامنے سے گزری۔ میرے میزبان قاری ریاض احمد لغاری نے بتایا کہ حضرت جارہے ہیں، اگلے دن اخبار میں خبر نظر سے گزری کہ حضرت والا علیل ہوگئے اور نشتر میڈیکل ہسپتال کے انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں زیر علاج ہیں۔ ہسپتال میں حاضری دی، حضرت والا کی زیارت تو نہ ہوسکی، البتہ صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالجبار، نبیرہ حضرت مولانا عبدالحمید سے ملاقات ہوئی عیادت کرنے والے کثیر تعداد میں آنا شروع ہوگئے تو ڈاکٹروں نے ملاقات پر پابندی عائد کردی۔ بہرحال صاحبزادگان سے خیروعافیت معلوم کی اور اگلے سفر پر روانگی ہوگئی۔ ۲۱؍دسمبر بعد نماز عشاء ایک دوست کا ٹیلی فون آیا اور اس نے یہ اندوہناک خبر سنائی اور تصدیق چاہی بندہ نے بتلایا کہ میں سندھ کے تبلیغی دورہ پر سکھر ہوں، پھر میتوں کا تانتا بندھ گیا۔ ۲۲؍دسمبر کو تونسہ شریف میں آپ کی نماز جنازہ ہوئی۔ اخباری اطلاع کے مطابق جنازہ میں ایک لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی اور آپ کی عظیم الشان خدمات پر آپ کو آخری خراج تحسین پیش کیا۔

جنازہ میں اہل حق کی تمام جماعتوں کے قائدین اور نمایاں راہنماؤں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ مدینہ طیبہ سے تشریف لائے ہوئے، حضرت مولانا سیّد عارف حسین شاہ نے پڑھائی اور انہیں تونسہ شریف کی مبارک سرزمین میں سپرد خاک کردیا گیا۔ ☆☆☆

حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی کا

فتنۂ قادیانیت کے خلاف جہاد

عبدالرشید عراقی (سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ)

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ حکیم صاحب مرحوم مذہبیات، اردو ادب، طب اور سیاست ملی میں بڑی بصیرت کے حامل تھے۔ حکیم صاحب کی شخصیت اس قدر ہمہ گیر اور ہمہ صفت ہے جس کی مثال شاید اس زمانے میں ناپید ہے۔ آپ ایک سحر بیان مقرر بھی تھے اور بے مثال اہل قلم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی دینی فہم بھی عطا کیا تھا اور دنیاوی شعور بھی۔ طب میں بھی ایک خاص مقام کے حامل تھے اور ان کا طبی مطالعہ بہت وسیع تھا۔ زبان وقلم میں بلا کی شگفتگی و دلدوزی تھی۔ آپ کی تقریروں میں علم وروحانیت فکر وبصیرت اور تحقیق و کاوش کے ساتھ ساتھ ادب کی چاشنی اور اسلوب کی دل آویزی چمکتی نظر آتی ہے۔

حکیم صاحب مرحوم قدرت کی طرف سے بڑے اچھے دل ودماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، درد مند دل اور سلجھا ہوا دماغ پایا۔ ذہانت و ذکاوت کے ساتھ حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ اردو ادب میں مطالعہ بہت وسیع تھا۔ تاریخ پر گہری اور تنقیدی نظر رکھتے تھے۔ سیاسی اور غیر سیاسی تحریکات کے پس منظر سے واقف تھے۔

حکیم صاحب کی ذات گرامی قدیم صالح روایات کی حامل تھی اور گوناگوں خصوصیات و امتیازات کا مرقع، وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہے دہر سے جن کے نشاں کبھی

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم نے وزیر آباد مشن ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا، وزیر آباد میں زمانہ تعلیم کے دوران ان کا تعلق مولانا ظفر علی خان مرحوم سے ہوا اور تعلق کی بنا پر حکیم صاحب مرحوم نے ملکی سیاسیات میں دلچسپی شروع کی۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ برصغیر میں مسلمانان ہند کا ایک علمی گہوارہ تھا۔ اس یونیورسٹی سے جن مسلمان طلبا نے تعلیم حاصل کی، انہوں نے برصغیر میں ایک انقلاب برپا کر دیا اور اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی خان علی گڑھ کے ہی فارغ التحصیل تھے اور ان حضرات نے جو سیاسی خدمات سر انجام دیں، وہ برصغیر کی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے۔

علی گڑھ کے زمانہ قیام میں حکیم صاحب مرحوم کے برصغیر کی سیاسی، علمی اور ادبی شخصیات سے روابط پیدا ہوئے۔ ان لوگوں کی صحبت سے حکیم صاحب میں سیاسی شعور پیدا ہوا اور سیاسی میدان میں ان کا رشتہ مختلف رجحانات کے لوگوں سے رہا، جس کی وجہ سے ان میں وسیع المشربی کا ہونا ایک طبعی بات تھی۔

حکیم عنایت اللہ نسیم مرحوم کی سیاسی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ایک حصہ آزادی سے قبل اور دوسرا حصہ آزادی کے بعد۔ آزادی سے قبل آپ جن سیاسی شخصیات سے ملے اور ان کے ساتھ برصغیر کی آزادی میں کام کیا، ان میں مولانا شوکت علی، ڈاکٹر ذاکر حسین، پنڈت جواہر لعل نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان اور مولانا حسرت موہانی سرفہرست ہیں۔ آزادی کے بعد جن سیاسی لیڈروں سے مل کر وطن عزیز کے تحفظ و بقا میں آپ نے کام کیا، ان میں چوہدری محمد حسین چٹھہ، نوابزادہ نصر اللہ خان، حمید نظامی وغیرہ شامل ہیں۔ حکیم صاحب مرحوم شروع سے ہی مسلم لیگ سے وابستہ ہوئے اور آخر دم تک مسلم لیگ سے منسلک رہے۔ علی گڑھ کے زمانہ قیام میں آپ مولانا مودودی مرحوم سے بہت متاثر تھے، قیام پاکستان کے بعد آپ جماعت اسلامی کے رکن بھی رہے۔

فتنۂ قادیانیت:

برصغیر میں مسلمانوں کے لئے قادیانیت بہت بڑا فتنہ تھا۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنے اور ان کے جذبہ جہاد کو کم کرنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو استعمال کیا تا کہ اپنی حکومت کو مستحکم کیا جاسکے۔ اس حوالے سے اس نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا جائے اور ان میں جذبہ کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، بقول شورش کاشمیری، انگریز نے یہ حربہ اختیار کرتے ہوئے اسلام اور پیغمبر اسلام پر رکیک حملوں کا محاذ کھول دیا تا کہ مسلمان جہاد سے روگرداں ہو کر مدافعت کے محاذ پر آجائیں گے۔ مجادلہ کی جگہ مناظرہ سے جہاد کا جذبہ مٹے گا۔ مسلمانوں کی کایا کلپ ہوگی۔

نتیجتاً برطانوی سلطنت کے استحکام کی راہیں ہموار ہوں گی۔ (تحریک ختم نبوت،ص:۱۳)

چنانچہ انگریز اس میں کافی حد تک کامیاب رہا، اس نے مرزا غلام احمد قادیانی کو اس سلسلہ میں استعمال کیا۔ مرزا قادیانی پہلے مجدد، پھر مسیح موعود ہو گئے اور آخر میں نبی بن گئے اور یوں مرزا نے جہاد کو منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا۔

حکیم صاحب کی قادیانیت کے خلاف خدمات:

حکیم عنایت اللہ نسیم کا تعلق دین سے شغف رکھنے والے خانوادے سے ہے، اسی سبب وہ اسلام کے سچے پیروکار اور عشق رسول میں غلطاں تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے مولانا ظفر علی خان کا دامن پکڑا، کیونکہ وہ بھی سرتاپا محبت مصطفیٰ میں غرقاب تھے، اس لئے وہ خدا اور اس کے رسول کے باغی دریدہ دہن کاذب نبی کو بھی معاف نہ کرسکتے تھے، جبھی تو قادیانیوں کے خلاف ان کی آواز بلند تھی، اپنی ایک تحریر میں تحریک قادیانیت کے بارے میں یوں گویا ہوئے:

”مرزا صاحب جب شرک فی التوحید، شرک فی الرسالت، توہین انبیا، تکفیر مسلمین، تنسیخ جہاد، دعویٰ نبوت، تحریف فی القرآن والحدیث کے مرتکب ہوئے، لہٰذا ایسا شخص نبی تو کیا مسلمان بھی نہیں ہوتا۔“

۱۹۳۲ء میں جب ابھی حکیم صاحب علی گڑھ یونیورسٹی نہیں گئے تھے۔ وزیرآباد میں مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری اور قادیانیوں میں مناظرہ ہوا تو حکیم صاحب نہ صرف اس مناظرے میں موجود تھے بلکہ مولانا ظفر علی خان کو کرم آباد سے لے کر آئے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین سے محبت اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب وہ شروع ہی سے قادیانیت کے خلاف تھے اور آگے چل کر اسے زندگی کا مشن بنالیا۔

حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے اپنے زمانہ قیام علی گڑھ میں قادیانیت کے تردید میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ مولانا ظفر علی خان سے آپ کا تعلق خاص تھا، وہ علی گڑھ کے فارغ التحصیل تھے اور وہاں آتے جاتے رہتے تھے اور قادیانی فتنہ کے خلاف وہاں تقاریر کیا کرتے تھے۔

۱۹۳۴ء میں قادیانیوں نے مسلم عوام کو دھوکا دینے کے لئے سیرت کے نام پر یونیورسٹی کی لائل لائبریری میں جلسہ عام کا اعلان کیا۔ اس میں پروفیسر اے بی حلیم اور خواجہ غلام السیدین کے نام بھی شامل کئے گئے۔ اس زمانے میں علی گڑھ میں ۲۱/اکتوبر کو یوم تبلیغ کے طور پر منایا جاتا تھا۔ حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی نے یہ صورت حال دیکھی تو برداشت نہ کرسکے۔ دوستوں کو ساتھ ملا کر مجلس عمل بنائی اور مولانا ظفر علی خان کو علی گڑھ بلانے اور طلبا سے خطاب کا فیصلہ کیا۔ حکیم صاحب قادیانیوں کی کانفرنس رکوانے اور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور پیغام کو صحیح تناظر میں ابھارنے کا تہیہ کر چکے تھے۔ انگریز پرووائس چانسلر مسٹر ہاتھم گھبرا گیا، لیکن مسلمان طلبا کا ارادہ مصمم تھا۔ انہیں آفتاب ہال دینے سے انکار کر دیا گیا، طلبا نے پرواہ نہ کی اور حکیم نسیم سوہدروی، مولانا ظفر علی خان کو جلوس کی صورت لے آئے اور ہال پر قبضہ کر لیا۔ آفتاب ہال میں بغیر اجازت یہ دوسرا جلسہ تھا، اس سے قبل مولانا محمد علی جوہر نے بغیر اجازت تقریر کی تھی۔

شورش کاشمیری مرحوم اس تقریر کے بارے میں لکھتے ہیں:

”انہی دنوں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طبیہ کالج میں مرزائی اساتذہ کا غلبہ تھا، خود پرنسپل ڈاکٹر بٹ قادیانی تھا اور چن چن کر مرزائی جمع کر رہا تھا۔ حکیم نورالدین کا بیٹا حکیم عبدالسلام عمر بھی وہاں تھا۔ اس کے متعلق الفضل میں لکھا گیا کہ وہ علی گڑھ کو اس طرح فتح کرے گا جس طرح طارق نے ہسپانیہ پر قبضہ کیا تھا۔ مولانا ظفر علی خان کی تحریک علی گڑھ پہنچ چکی تھی۔ ان دنوں طلبا کے روح رواں شریف چشتی، انور صمدانی، نسیم سوہدروی، سردار وکیل خان، عمران القادری اور بعض دوسرے نوجوان تھے۔ انہوں نے مولانا کو لاہور سے بلوانے کا فیصلہ کیا۔ اس غرض سے یونین کا سیکریٹری دعوت نامہ لے کر لاہور پہنچا۔ ۲۶/نومبر ۱۹۳۴ء کو مولانا علی گڑھ تشریف لے گئے۔ ان کا ریلوے اسٹیشن پر زبردست استقبال کیا گیا۔ اس رات یونیورسٹی ہال میں جلسہ ہوا۔ مولانا نے قادیانیت کا پول کھولا اور ارباب بست وکشاد کو طبیہ کالج میں مرزائی غلبہ کی دھاندلی پر لتاڑا۔ مولانا کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ یونیورسٹی کے ارباب کار فتنۂ قادیانیت سے واقف ہوگئے، قادیانیوں کی آئندہ بھرتی روک دی گئی اور علی گڑھ کے طلبا میں قادیانی ایک گالی ہوگئے۔“

دوسرا معرکہ:

اس سلسلے میں دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین نے سر ظفر اللہ خان قادیانی کو جو اس وقت وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے رکن تھے، کانووکیشن ایڈریس پڑھنے کی دعوت دی۔ مسلمان طلبا جن کی قیادت نسیم سوہدروی کر رہے تھے، انہوں نے اس دعوت کی منسوخی کا فیصلہ کر لیا اور اس مہم کو سر کرنے کے لئے لاہور آکر علامہ اقبال سے ملے اور ان سے ایک میمورنڈم پر دستخط کرانے میں کامیاب ہوئے جو فضل کریم درانی ایڈیٹر ٹروتھ نے تیار کر کے دیا تھا۔ اس پر علامہ کے علاوہ مولانا ظفر علی خان اور دیگر اکابرین ملت کے دستخط ہوئے تھے۔ میمورنڈم کورٹ کو بھیجا گیا اور تقسیم کیا گیا۔

اخبارات میں بیان دیتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سر ظفر اللہ کا کانووکیشن ایڈریس منسوخ ہوگیا۔ حکیم صاحب کی زندگی کے یہ دو واقعات ہمیشہ روشن رہیں گے۔

قادیانی تحریک ۱۹۵۳ء:

فروری ۱۹۵۳ء میں قادیانی تحریک چلی تو اس تحریک کو دبانا چاہا، جب تحریک دبتی نظر نہ آئی تو حکومت نے ڈائریکٹ ایکشن کا فیصلہ کیا۔ لاہور میں مارشل لاء لگا دیا گیا اور اس سلسلہ میں ملک میں بے شمار علماء کرام گرفتار ہوئے۔ مولانا مودودی، مولانا محمد اسماعیل السلفی، ملک نصر اللہ خان عزیز، مولانا عبدالستار خان نیازی اور ہمارے سوہدرہ سے عبدالمجید سوہدروی، بشیر احمد شاہ اور پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم بھی گرفتار ہوئے۔

پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم کی گرفتاری:

غلہ منڈی وزیر آباد میں ایک جلسہ ہوا، یہ معلوم نہیں کہ اس جلسہ کا انعقاد کس تنظیم کے تحت ہوا تھا، راقم جلسہ میں موجود تھا، پہلے مولانا محمد اسماعیل السلفی کی تقریر ہوئی، اس کے بعد مولانا عبدالمجید کی تقریر ہوئی، دونوں علماء کرام نے حکومت پر سخت تنقید کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی اور مرزا قادیانی کی خرافات سے سامعین کو آگاہ کیا، تیسری تقریر پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی کی ہوئی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے تقریر کا آغاز اس شعر سے کیا:

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

اس کے بعد حکیم صاحب مرحوم نے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ حکومت حق کے مقابل میں باطل کی حمایت کر رہی ہے اور اسے اس بات کو بھولنا نہیں چاہئے کہ ہمیشہ حق کی فتح ہوتی ہے اور باطل کی شکست ہوتی ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

”جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔“

”حق آ گیا اور باطل چلا گیا اور باطل جانے ہی والا ہے۔“

اس کے بعد حکیم صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی اور مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت درج الفاظ میں بیان فرمائی:

حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی کفر کے خلاف غیظ وغضب کا ولولہ پیش کرتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات بت شکنوں کا منظر دکھاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کفار سے جنگ وجہاد، شاہانہ نظم ونسق اور اجتماعی دستور وقوانین کی مثال پیش کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف صرف خاکساری، تواضع، عفو و درگزر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی شاہانہ اولوالعزمیوں کی جلوہ گاہ ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی حیات صبر وشکر کا نمونہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی سیرت ندامت و انابت اور اعتراف کی مثال ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی قید بند میں بھی دعوت حق اور جوش تبلیغ کا سبق ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سیرت گریہ و بکا، حمد و ستائش اور دعا و زاری کا صحیفہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے، لیکن حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو دیکھو تو اس میں نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، سلیمان اور داؤد علیہ السلام، ایوب اور یونس علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرتے ہوئے آپ نے یہ شعر کئی بار پڑھا:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس کے بعد حکیم صاحب نے مرزا قادیانی کے خرافات کا ذکر کیا۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ مرزا قادیانی کی تحریریں پڑھ کر طبیعت مکدر ہو جاتی ہے۔ اس کو انسان کہنا انسانیت کی توہین ہے۔ ایسا شخص جس نے انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کی، اولیاء کرام اور ائمہ عظام کی توہین کی ہو، کیا ایسا شخص نبی ہو سکتا ہے؟ کیا انبیاء کرام نے جب اپنی اپنی قوموں کو تبلیغ کی۔ ان کو شرک سے باز رہنے کی تلقین کی اور جواب میں وہ لوگ انبیاء کرام کو جن الفاظ سے یاد کرتے تھے، قرآن مجید نے واضح الفاظ میں اس کی

کل پاکستان انعامی تحریری مقابلہ مقالہ نویسی
بعنوان: ”تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے عصری مباحث اور تقاضے“
انعامات
اول: پانچ ہزار روپے نقد+قیمتی کتابیں کا سیٹ+خوبصورت شیلڈ+سند امتیاز
دوم: تین ہزار روپے نقد+قیمتی کتابیں کا سیٹ+خوبصورت شیلڈ+سند امتیاز
سوم: دو ہزار روپے نقد+قیمتی کتابیں کا سیٹ+خوبصورت شیلڈ+سند امتیاز
ان تین انعامات کے علاوہ 5 اضافی حسن کارکردگی کی بنیاد پر 5 پوزیشن حاصل کرنے والوں کو خوبصورت شیلڈ+قیمتی کتب اور سند امتیاز کی صورت میں دیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مقابلہ میں شرکت کرنے والے ہر امیدوار کو سند امتیاز اور مقالہ موضوع پر خوبصورت کتابچے دیے جائیں گے۔ مقالہ موصول ہونے کی آخری تاریخ 28 فروری 2013ء ہے
مقالہ لکھنے کے سلسلہ میں مزید تفصیلات کے لیے درج ذیل ایڈریس پر رابطہ کریں۔
اسد اللہ ساقی
بزم تحریک تحفظ ختم نبوت، جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد
فون: 0333-3314142,0300-6536677
khatmenabuwatjrw@gmail.com

نشاندہی کی ہے تو کیا انبیاء کرام اپنی قوم کے لوگوں کو گالیاں دیتے تھے؟ جو شخص اپنے بارے میں یہ کہے:

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

کیا ایسا شخص نبی یا مجدد یا مسیح موعود ہو سکتا ہے؟

اسے انسان کہنا بھی انسانیت کی توہین ہے۔ حکیم صاحب نے تقریر ختم کی، جلسہ ختم ہوا اور حکیم صاحب مرحوم کو ایک جلوس کی شکل میں سٹی تھانہ وزیر آباد لے جایا گیا، جہاں آپ نے اپنی گرفتاری پیش کی، بعد میں حکیم صاحب کو چھ ماہ قید کا حکم سنایا گیا مگر حکومت نے بےادان بعد رہا کر دیا۔

قادیانی تحریک ۱۹۷۴ء:

قادیانیوں کو اقلیت قرار دلوانے کے لئے ۱۹۷۴ء میں پھر تحریک میں شدت پیدا ہوئی تو حکیم صاحب نے جامع مسجد اہلحدیث ککے زئیاں میں جلسہ کی صدارت کی جس کے مہمان خصوصی اس وقت کے جامعہ پنجاب کی طلبا یونین کی صدر فرید پراچہ تھے۔ بڑا زوردار جلسہ ہوا، حکیم صاحب کا جذبہ ایمانی سے بھرپور خطاب آج تک کانوں میں گونجتا ہے۔ اسی تحریک کے نتیجے میں قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دے دیا۔ اس تاریخی فیصلہ کے بعد تمام مکاتب فکر کے علماء نے اکٹھے نماز جمعہ پڑھنے اور اظہار تشکر کا فیصلہ کیا اور اجتماع میں حکیم صاحب کو خطبہ جمعہ پڑھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

اس کے بعد بھی حکیم صاحب نے ختم نبوت کی تحریک میں اپنی سعی جاری رکھی۔ مولانا ظفر علی خان کی قادیانیت کے خلاف جدوجہد پر تفصیلی مقالہ لکھا۔ حکیم صاحب کی ختم نبوت تحریک میں دلچسپی مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مناظروں سے شروع ہوئی جو ان کے دور طالب علمی میں ہوئے تھے اور جن کا تذکرہ انہوں نے اپنے مضمون ''مولانا ثناء اللہ امرتسری'' میں کیا ہے۔

نسیم صاحب کی مرزائیت سے نفرت کا احاطہ حکیم محمد اسلم صدیقی جو دوران تعلیم علی گڑھ میں ان کے ساتھی رہے، نے اپنے شہرۂ آفاق کتاب ''شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی، نقوش و تاثرات'' جو علی گڑھ سے ۱۹۸۵ء میں چھپی، میں اس طرح ذکر کیا ہے:

''سوہدرہ پنجاب کے رہنے والے ہر وقت پنجاب کی سیاسیات مجلس احرار، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور نیلی پوش تحریک کے بانی لیڈر مولانا ظفر علی خان کے درمیان الجھے اور برسرپیکار رہتے۔ بات بڑھ جاتی تو مرنے مارنے پر تلے جاتے۔ ان کے مخلص دوست احباب خوب لطف اندوز ہوتے اور ان کو سنبھالے رہتے اور ہم میں سے جو جونیئر تھے، آمادہ کرکے ان دونوں پارٹیوں میں شامل کرا کے محاذ قائم کرتے اور نسیم صاحب سے بھڑا دیتے، پھر ثالثی کے لئے درمیان میں آجاتے۔ وہ قادیانیت کی مخالفت میں ملک محمد حبیب کے دست راست تھے۔ عجیب سیماب طبیعت واقع ہوئے تھے، انہیں کہیں سکون و قرار نہیں تھا، اگر ان کے کمرہ میں کوئی شامت کا مارا خود نہ پہنچتا، یہ حضرت بے چین ایک دو تازہ اخبار زمیندار اور انقلاب لئے لہراتے نکلتے اور بآواز بلند سیاست اور خصوصاً قادیانیت کے متعلق جو خبر ہوتی اس کو سناتے، ان کے گرد خود بخود مجمع لگ جاتا اور مباحثہ و مناظرہ شروع ہو جاتا۔ قادیانی طلبا بھی بورڈنگ میں ساتھ رہتے تھے۔ وہ بہت صبر اور ضبط کرتے اور نسیم صاحب جب تھک جاتے تو بحث و مناظرہ ناتمام چھوڑ کر کسی اور طرف نکل جاتے، لیکن کہتے جاتے کہ اب باقی شام کو''☆

(بشکریہ ''المنبر'' فیصل آباد)

شیخ سعید اقبال شامیؒ کی رحلت

لاہور (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی) .... شیخ صاحب سول جج کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ بندہ اکتوبر ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء تک لاہور میں رہا۔ ایک درس کے بعد ملاقات ہوئی۔ مجلس کے اغراض و مقاصد پوچھے، لٹریچر مانگا، جو دیا گیا۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی اور ماہنامہ لولاک ان کے نام جاری کئے گئے۔ مجلس کے ساتھ ماہانہ اور سالانہ تعاون فرماتے۔ ان کی اہلیہ محترمہ چند سال پہلے انتقال کر گئیں تو اکیلے ہو گئے اور اکیلے پن کو شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ ایک بچی تھی جس کی شادی کر دی گئی، جو اپنے میاں کے ساتھ راولپنڈی میں قیام پذیر ہیں۔ ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں کبھی کبھی وہ آجاتیں تو تمام پریشانیاں اور تھکاوٹیں دور ہو جاتیں اور فون پر فرماتے کہ آج میرے گھر بچوں کے آنے کی وجہ سے رونقیں آئی ہوئی ہیں۔ اہلیہ محترمہ کی رحلت کا صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ کسی بدبخت نے ان کی میزان بینک کی چیک بک سے غالباً دولاکھ روپے کا چیک تیار کیا اور جعلی دستخط کر کے ان کے اکاؤنٹ سے رقم نکلوالی، جس سے صدمہ کا پہنچنا طبعی امر تھا، پیغام پہنچا کہ شامی صاحب یاد فرما رہے ہیں۔ بندہ جب لاہور کے تبلیغی دورہ پر گیا تو شامی صاحب سے ملاقات ہوئی بہت افسردہ خاطر نظر آئے۔ ۲۹ دسمبر ۲۰۱۲ء صبح نو بجے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے معاون مبلغ مولانا عبدالنعیم رحمانی نے فون پر اطلاع دی کہ آپ کے دوست شامی صاحب رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار عالم ان کے حسنات کو قبول فرمائے اور سیئات سے درگزر فرمائیں اور ان کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

محبت کے کرشمے

محترمہ تسنیم کوثر، L-62/12 ساہیوال

''محبت'' کا لفظ بظاہر چار حروف پر مشتمل ہے، مگر محبت کا عنوان بہت وسیع ہے۔ اس کا تعلق قلب سے ہے۔ جو دوسری صفات کے مقابلہ میں اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے اور وہ انسان کی طبیعت میں ایسا شعور اور سلوک کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیتا ہے بلکہ اپنے محبوب کی محبت میں وہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو جاتا ہے اور اپنی صفات چھوڑ کر محبوب کی صفات اختیار کر لیتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ مجاز حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی نور اللہ مرقدہ کے ملفوظات میں ہے:

''محبت کے ہزاروں عنوانات ہیں، محبت کا ہر لون اور ہر رنگ اپنی جگہ پر کامل ہے، دوسرے سے الگ ہے، مل نہیں سکتا، ماں باپ کی محبت ایک رنگ رکھتی ہے اور دوسروں کی محبت دوسرے رنگ رکھتی ہے۔ محبت ایک فطری چیز ہے بیوی سے، اولاد سے، دوست واحباب سے محبت فطری امر ہے اور ہر محبت اپنی نوع میں کامل ہے۔ بیوی کی محبت کبھی متزلزل نہیں ہو سکتی بہن کی محبت سے، اسی طرح دیگر محبتوں کا یہی حال ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کمال خالقیت ہے کہ ایسا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔'' (ملفوظات عارفی، ص:۸۰)

محبت کی بہت سی اقسام ہیں، ان میں سے چند ایک کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

۱:..... **شفقت و رحمت کی محبت:** یہ محبت والدین اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔ ایک ماں اپنے بچے کی پرورش و نگہداشت جس جذبۂ محبت سے کرتی ہے، اس کے مظاہر ہم روز مشاہدہ کرتے ہیں۔ اپنی ماتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر اولاد کے کیا کیا دکھ برداشت کرتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں محبت کا جذبہ نہ رکھا ہوتا تو نونہالوں کو پالنا اور ان کی دیکھ بھال ایک مشکل مرحلہ ہوتا اور اس کائنات کا نظام ٹھپ ہو جاتا۔ یہ جذبۂ محبت اس پالنہار نے انسانوں کے علاوہ حیوانات میں بھی رکھا ہے۔ روزمرہ زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ چرند، پرند اور دیگر جانور اپنے بچوں کی خوراک کا کس طرح خیال رکھتے ہیں اور انہیں دشمنوں سے بچانے کی کیا کیا تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ یہ سب محبت کے کرشمے ہیں۔

۲:..... **تعظیم اور بزرگی کی محبت:** اولاد اپنے والدین سے محبت کرتی ہے۔ مریدین کا اپنے شیوخ سے محبت و الفت کا تعلق، اسی طرح شاگرد اپنے اساتذہ سے محبت کرتے ہیں۔ کیونکہ اولاد اپنے والدین کی اور شاگرد اپنے اساتذہ کے ممنون احسان ہوتے ہیں۔ اسی تعلق کی بدولت ان کی تعظیم اور ان سے محبت کرتے ہیں۔ جس طرح ماں باپ اپنے ہونہار کو پال پوس کر جوان کرتے ہیں، اسی طرح استاذ بھی محبت سے اس ہیرے کو تراش خراش کر کندن بنا دیتا ہے۔ یہ بھی محبت کے کرشمے ہیں۔

۳:..... **خیر وخواہی اور انسانیت کی محبت:** یہ تمام انسانوں کی آپس کی محبت ہے، بہن، بھائیوں کی محبت، عزیز و اقارب کی محبت، دوست و احباب کی محبت۔ انسانیت کے ناطے اجنبیوں اور دوسروں سے محبت و تعلق۔

۴:..... **نفس کی محبت:** یہ میاں بیوی کی باہمی محبت ہے، جب اجنبی مرد و عورت نکاح کے مقدس رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں تو اللہ پاک ان میں آپس میں محبت و مودت کا جذبہ ڈال دیتے ہیں، دونوں ان زنجیروں میں بندھے زندگی بھر شاداں و فرحاں شاہراہ زندگی پر محو سفر رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ہمدرد و غمگسار بن کر زندگی میں ساتھ نبھاتے ہیں۔

۵:..... **انانیت کی محبت:** یہ انسان کی اپنے نفس سے محبت ہے۔ دوسری محبتوں کی طرح یہ محبت بھی ایسی ہے جس کو ازل سے نفس کی سرشت میں رکھا گیا ہے۔

ایک عقل مند انسان کسی سے محبت اس کے حسن اخلاق اور اعلیٰ سیرت کی بنا پر کرتا ہے، اگرچہ وہ خود اس سے کتنی ہی دور ہو۔

ہر انسان کا کوئی نہ کوئی محبوب ہوتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ ہر چہرہ کسی نہ کسی کا محبوب ہوتا ہے۔ ماہرین نفسیات کا تجربہ ہے کہ اگر کسی انسان کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ اس دنیا میں کوئی مجھ سے محبت نہیں کرتا سب نفرت کرتے ہیں تو وہ مایوسی کے عالم میں خودکشی کر لیتا ہے۔ محبت انسان کو ماسوائے محبوب کے اندھا کر دیتی ہے اور وہ کسی اور کی طرف نہیں دیکھتا:

اسے دیکھ کر اور کو پھر جو دیکھے
کوئی ایسا دیکھنے والا نہ دیکھا

محبت کرنے والا ہمیشہ اپنے محبوب کی موافقت کرتا ہے، اس کی مخالفت ہرگز نہیں کرتا، اپنے محبوب کے جلوؤں میں اس قدر مستغرق ہوجاتا ہے کہ:

من تو شدم تو من شدی، من جان شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم، تو دیگری

بعض لوگوں کا محبوب مال ہوتا ہے، حالانکہ بے جان مال کی محبت جاندار انسانوں کو اخلاقی قدروں سے محروم کردیتی ہے، اسے حریص بنادیتی ہے۔ حریص کی جیب بھر جائے مگر دل کبھی نہیں بھرتا۔ حرص وطمع کی کوئی انتہا نہیں، زندگی ختم ہوجاتی ہے حرص ختم نہیں ہوتی۔ آج ہمارے معاشرے میں خونی اور محترم رشتوں میں مال کی محبت نے دراڑیں ڈال دی ہیں۔ مقدس رشتوں کو اس عفریت نے جکڑ رکھا ہے۔ بہن بھائی میں، شوہر بیوی میں، باپ بیٹے میں نفرتیں اور دوریاں جنم لے رہی ہیں۔

بعض لوگ عہدے اور منصب کے خواہاں ہیں یہ ان کا محبوب ہے۔ ہر جائز اور ناجائز طریقے سے اسے حاصل کرنے کی تگ ودو میں ہیں۔ ان کا مطمع نظر اور زندگی کا حاصل یہی محبوب مشغلہ ہے۔ دن رات اسی کے لئے کوشاں ہیں۔

بعض انا پرست اپنی ذات کو ہی محبوب رکھتے ہیں، شہرت کے خواہش مند، اپنی عزت اور تعریف کے متمنی، انہیں کون سمجھائے کہ انسانوں کی خدمت کے بغیر سربلندی کی تمنا خود غرضی ہے۔ ابلیس ایک سجدے سے انکار پر مردود ٹھہرا۔ اس کا معبود تو تھا محبوب کوئی نہ تھا، لعین ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ خدا انسان سے محبت کرتا ہے، ابلیس اور اس کے چیلے انسان سے محبت نہیں کرتے۔

انسانوں کی پروردگار عالم سے محبت اور مسلمانوں کی اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ووارفتگی! یہ عنوان بہت طویل ہے، احادیث نبویہ اور سیرت کی کتابیں اس موضوع پر بے شمار ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مبارک دور سے آج تک محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں مظاہر اور داستانیں انسانی تاریخ کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار فرمائے۔ آمین۔ ☆☆

مولانا شجاع آبادی کا تبلیغی دورہ جھنگ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی جھنگ کے بزرگ مبلغ مولانا غلام حسین کی دعوت پر چار روزہ تبلیغی پروگراموں کے سلسلہ میں جھنگ تشریف لے آئے۔

۱۲ردسمبر بعد نماز ظہر تا نماز عصر آپ نے جامعہ انوار الاسلام تقویٰ مسجد جھنگ سٹی میں منعقدہ بنات اور خواتین کے جلسہ سے خطاب کیا اور انہیں قادیانیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول سے متعلق شکوک وشبہات سے آگاہ کیا۔ اسی روز بعد نماز مغرب جامع مسجد ریلوے اسٹیشن جھنگ سٹی میں درس دیا، بعد نماز عشاء، جامع مسجد ٹھنڈی میں مولانا غلام سرور کی دعوت پر حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عنوان پر خطاب کیا۔

۱۳ردسمبر بعد نماز فجر جامع مسجد شیریں میں مولانا محمد فاروق کی دعوت پر خطاب کیا، ۱۱ سے ۱۲ بجے تک مدینۃ العلم، بعد نماز ظہر جامعہ علوم شرعیہ مولانا سید ہارون حسین شاہ کی دعوت پر جامعہ کے اساتذہ وطلبا سے خطاب کیا۔ بعد نماز عشاء، جامع مسجد شیخ لاہوریؒ میں منعقدہ جلسہ ختم نبوت سے خطاب کیا، رات کا قیام جامع مسجد محلہ قاضیاں میں رہا۔

۱۴ردسمبر صبح کی نماز کے بعد جامع مسجد قاضیاں میں درس حدیث شریف دیا اور مقامی رفقاء کو مجلس کی ممبر سازی میں شرکت کی دعوت دی۔ اسی روز ۱۱ سے ۱۲ بجے تک جامعہ اٹھارہ ہزاری جھنگ کے اساتذہ وطلبا کرام سے خطاب کیا اور انہیں قادیانی دجل وفریب اور شکوک وشبہات سے آگاہ کیا۔ اسی روز بعد نماز مغرب جامع مسجد بلال اُچ گل پور میں منعقدہ روحانی اجتماع سے خطاب کیا۔

واضح رہے کہ قاری محمد ریاض لغاری مدظلہ، حضرت اقدس مولانا عبدالحی بہلوی نقشبندی شجاع آبادیؒ کے خلیفہ مجاز ہیں جو ہر اسلامی ماہ کی آخری جمعرات کو روحانی، اصلاحی اجتماع منعقد کرتے ہیں۔ مولانا شجاع آبادی کے خطاب کے بعد مولانا حافظ غلام حسین مدظلہ مبلغ جھنگ، خلیفہ مجاز مولانا عبدالحی بہلویؒ نے ذکر کرایا اور آخر میں دعا مولانا شجاع آبادی نے کرائی، رات کا قیام اُچ گل پور میں رہا۔

۱۵ردسمبر کی صبح کی نماز کے بعد مولانا شجاع آبادی نے جامع مسجد بلال میں درس حدیث دیا، جس میں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت کو بیان کیا۔

۱۵ردسمبر جمعۃ المبارک کا خطاب آپ نے جامع مسجد ذوالنورین روڈ سلطان میں دیا۔ روڈ سلطان میں سید العارفین، قدوۃ السالکین شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی شجاع آبادی نوراللہ مرقدہ کے سینکڑوں مریدین اور تربیت یافتہ ہیں۔ اسی مقام پر حضرت بہلویؒ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ از ہر مدظلہ ہر سال صوفیاء کرام کا روحانی اجتماع منعقد کراتے ہیں۔

''دردمند خاتون''

۵؍اگست ۱۹۷۳ء کو روزنامہ نوائے وقت لاہور میں ایک قادیانی خاتون کا بیان شائع ہوا تھا، جس میں اس نے جان بوجھ کر قادیانیوں کے کفریہ عقائد پر پردہ ڈالنے اور انہیں مسلمان ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ چنانچہ حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدظلہ شاہ عالمی مظفرگڑھی حال مقیم لاہور خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ نے اس خاتون کے جواب میں ''دردمند خاتون'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا، جس میں قادیانیوں کے عقائد ونظریات کو امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا۔ ۱۹۷۳ء میں لکھے گئے اس رسالہ کے اقتباسات کو اسی پس منظر میں پڑھا جائے۔ ...... (ادارہ)

مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدظلہ

دوسری قسط

سچ تو یہ ہے کہ ہم مرزا کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کو گالیاں دینے کا خاص چسکا تھا، چند حوالے ذیل میں درج کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں:

''اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے (یعنی میرے مسیح موعود اور میری نبوت پر ایمان لانے سے انکار کرو گے... ازمؤلف) کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے، اے ظالم مولویو! تم پر افسوس ہے کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہ پیالہ عوام کالانعام کو بھی پلایا۔'' (ص:۲۱)

''بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں.... دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے، مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں جو حق اور دیانت کی گواہی چھپاتے ہیں (یعنی مجھے ابن مریم نہیں مانتے... ازمؤلف) اے مردار خور مولویو اور گندی روحو تم پر افسوس ہے... اندھیرے کے کیڑو... تم جھوٹ مت بولو اور وہ نجاست نہ کھاؤ جو عیسائیوں نے کھائی ہے۔'' (ص:۳۰۵)

''اے نادانو! احمقوں آنکھوں سے اندھو، مولویت کو بدنام کرنے والو... یہودیوں کے لئے تو خدا نے اس گدھے کی مثال لکھی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں مگر (مولوی) خالی گدھے ہیں اور اس شرف سے بھی محروم ہیں کہ جوان پر کوئی کتاب ہو۔'' (ص:۳۳۰،۳۳۱)

''نالائق مولویوں ذلت پر ذلت نصیب ہوئی... نفاق زدہ... یہودی سیرت مولوی ذلیل ہو گئے، قلوب ملعونہ پھٹکارے ہوئے دل۔''

(ص:۳۳)

''اے بدبخت مفتریو۔'' (ص:۳۳۳)

''یہ جاہل اور وحشی فرقہ اب تک کیوں شرم اور حیاء سے کام نہیں لیتا..... خدا نے مخالف مولویوں کا منہ کالا کیا۔'' (ص:۳۳۳)

''تقویٰ اور دیانت سے دور۔''

(ص:۳۰۷)

''بے ایمان اور اندھے مولوی۔''

(ص:۳۰۶)

''کتے مردار خور۔'' (ص:۳۰۹)

''اے نیم عیسائیو، دجال کے ہمراہیو، بے ایمانو، اسلام کے دشمنوں... تمہاری... ایسی تیسی... مولوی دنیا کے کتے ... کم بخت متعصب۔'' (ج:۱۲،ص:۸)

''شریر کتوں کی طرح . . . دنیا پرست... فطرتی بدذات سیاہ دل اور شریری مولوی... اے شریر مولوی اور ان کے چیلو غزنی کے ناپاک سکھو... اے نادانو سفیہو... کفن فروش... سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا... کتوں سے بدتر... بے وجہ بھونکتا ہے۔''

(ص:۱۳۲)

''مچھر، بچھو غول (بھتنا)۔'' (ص:۱۹۰)

''بکواس کرتا۔'' (ص:۱۵۹)

''مولوی ثناء اللہ امرتسری پر دس لعنتیں لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، تلک عشرۃ کاملۃ یہ پوری دس ہو گئیں۔'' (ص:۱۳۹)

''کتے مردار خور، ملعون، سفیہوں کا نطفہ، بدگو، خبیث، مفسد، منحوس، متکبر، تیرا نفس خبیث گھوڑا، زانیہ کے بیٹے، نامراد، خداتعالیٰ نے اس کی بیوی کے رحم پر مہر لگادی، شیطان فطرت، نادان، عدوالدین (دین کا دشمن) شقی، بدبخت، ہندو زادہ، خبیث طینت، فاسد القلب (گندے دل والا) دجال، شیطان، کذاب، کافر اکفر، مکار، خبیث فطرت، ہندو زادہ بد فطرت، بدگو، جاہل وہ نامراد ذلیل رسوا مرے گا، باطل پرست بٹالوی انجام آتھم۔'' (ص:۵۹)

”ظالم یعنی محمد حسین اپنے ہاتھ کاٹے گا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا، شیخ بے ادب تیز مزاج سراسر ظلم اور ناحق پسندی کی خصلت ظاہر کی۔“ (ص:۳۲۷،۸۶)

”شرم شرم ژاژ خا بکواسی، بے ہودہ“ (ص:۳۲۰،۷۲)

کمینہ، شرارتی، بدزبان، مفتری، جھوٹا، پلید، بے حیاء، گندہ زبان، سفلہ (کمینہ) سراسر حیاء اور تہذیب کا مخالف۔

مولانا عبدالحق غزنوی کے بارے میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”اے بدذات یہودی صفت....اے خبیث تجھ کو لعنت کھا گئی۔“ (ص:۳۹۲،۵۷)

”جھوٹ کی جو نجاست پادریوں نے کھائی، عبدالحق اور عبدالجبار غزنویاں وغیرہ نے بھی وہی نجاست کھائی۔“ (ص:۳۲۹،۴۵)

”اس زمانے کے ظالم مولوی خاص کر رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علیہم نعال لعن اللہ الف الف مرۃ ان کے منہ پر خداوندی لعنتوں کے لاکھ جوتے پڑیں۔“ (ص:۳۳۰،۴۹)

”اسلام کے بدنام کرنے والے غزنوی گروہ جو امرتسر میں رہتے ہیں... سوچو کہ یہ سیاہ دل فرقہ غزنویوں کا کس قدر شیطانی افزاؤں سے نام لے رہا ہے۔“ (ص:۳۳۹،۵۸)

”نہ معلوم یہ جاہل اور وحشی فرقہ اب تک شرم اور حیاء سے کیوں کام نہیں لیتا... کیا اب تک مولوی عبدالحق کا منہ کالا نہیں ہوا کیا اب تک غزنویوں کی جماعت پر لعنت نہیں پڑی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ذلت کی روسیاہی کے اندر غرق کردیا۔“ (ص:۳۳۲)

”اے جنگل کے وحشی۔“ (ص:۳۳۳،۴۸)

”یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح مردار کھا رہے ہیں۔“ (ص:۳۰۹)

”اب عبدالحق سے ضرور پوچھنا کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت والا بیٹا کہاں گیا کیا اندر ہی اندر (یعنی اس کی بیوی کے رحم میں) تحلیل پا گیا (یعنی حل ہو گیا ہے) یا پھر رجعت قہقری (واپس ہوکر) نطفہ بن گیا۔“ (ص:۳۳۱،۴۲)

”اب تک تو اس کی بیوی کے پیٹ سے چوہا بھی پیدا نہیں ہوا۔“

(ص:۳۱۷،۷ ج۱۲ انجام آتھم تصنیف مرزا قادی)

”یہ تیری حماقت ہے اے کلب العناد (ضدی کتے) اے نادان۔“ (ص:۳۰۶)

”خدا نے تیرا منہ کالا کیا۔“ (ص:۳۰۵،۴۶)

”بکواس مت کر۔“ (ص:۳۰۷)

”اے شریر اے غزنی کے بندر۔“ (ص:۳۱۰،۶۹)

”تو کتوں کی طرح ہے۔“ (ص:۳۱۴،۷۰)

”فطرت کا غبی، دل کا سفیہ (کمینہ) بہت بک بک کرنے والا۔“ (ص:۳۱۴،۷۳)

”اے جنگ کے شیطان اے دجال۔“ (ص:۳۱۹)

”تو نے بدکار عورتوں (کنجریوں) کی طرح اپنی زبان دراز کی . . . اے دیو (شیطان)۔“ (ص:۳۳۲،۹۱)

”میں تیرے نفس میں علم اور عقل نہیں دیکھتا اور تو خنزیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور گدھوں کی طرح آواز نکالتا ہے اور تو نے بدکار عورتوں کی طرح رقص (ناچ) کیا ہے تو سب سے بڑا فاسق (بدمعاش) ہے۔“ (ص:۳۳۵،۹۵)

”کتا دانت پیسنے والا۔“ (ص:۳۳۶،۹۵)

”اے مردار کے کتے۔“ (ص:۳۳۸،۱۷)

”کتوں کی طرح بھونکنے والا۔“ (ص:۱۰۲)

”منحوس سر والا، عقل سے خالی۔“ (ص:۳۴۳،۱۰۱)

”واجب ہوا کہ تمہاری داڑھیاں نابود کی جائیں اور منڈوا دی جائیں۔“ (ص:۳۴۴،۱۰۳)

”میرے لبوں پر اللہ تعالیٰ نے رحمت جاری کی ہے۔“ (ص:۳۳۹،۹۸)

”اگر خدا کا خوف نہ ہوتا اور حیا نہ ہوتا تو میں قصد کرتا کہ گولیوں سے فنا کردیتا۔“

(ص:۳۴۲،۹۵ روحانی خزائن ج:۱۳)

پیر مہر علی شاہ کے بارے میں مرزا قادیانی لکھتا ہے:

”کذاب (بڑا جھوٹ) خبیث، بچھو کی طرح نیش زن (ڈنگ چلانے والا) اے گولڑی کی سرزمین تو ملعون کی وجہ سے ملعون ہوگئی، کمینہ، فرومایہ، گمراہی کا شیخ، سیاہ دل، دیو (شیطان) بدبخت، جھوٹا۔“ (ص:۱۸۸،۷۶)

”بکواس، اس کی پلید کتاب (سیف چشتیائی) گویا پاخانہ ہے۔“ (ص:۱۹۳، روحانی خزائن، ج:۱۹ تصنیف مرزا قادیانی)

مر گیا بدبخت اپنے وار سے
کٹ گیا سر اپنی ہی تلوار سے
کھل گئی ساری حقیقت سیف کی
کم کرو اب ناز اس مردار سے

(ص:۲۰۴)

”اے نادان...ان لعنتوں کو کیوں آپ نے ہضم کیا جو در حالت سکوت ہماری طرف سے آپ کو نذر ہوئیں...بے حیاء کا منہ ایک ہی ساعت (منٹ) سیاہ ہو جاتا۔“ (ص:۳۳۰،۹۲)

’’یہ گوہ کھاتا ہے اے جاہل بے حیاء۔‘‘

(ص:۹۳/۴۴۱)

’’اگر مہر علی کو شرم ہوتی تو اس چوری کا راز کھلنے سے مرجاتا… شوخ بے حیاء۔‘‘

(ص:۹۷/۴۴۵)

’’تو نے کفن دزدوں کی طرح نہ شرم چوری کی نہ صرف چور بلکہ کذاب (بڑا جھوٹا) بھی . . اس نے نجاست کھا کر وہی نجاست (اپنے) پیر صاحب کے منہ میں رکھ دی۔‘‘

(ص:۷/۴۴۸)

حقیقت یہ ہے کہ جب ہم مرزا قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی گالیاں دینے میں یدطولیٰ رکھتا تھا۔ پھر اسی پر بس نہیں کہ اپنے ہم عصر علماء کو گالیاں دیں اور مشائخ کو بُرا بھلا کہا بلکہ اہل بیت، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین اور انبیاء علیہم السلام تک کو معاف نہیں کیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی جی بھر کے توہین کی ہے، یہاں مرزا کی کتب سے چند حوالہ جات پیش کرکے انصاف آپ پر چھوڑتا ہوں:

’’حسین… یچ ہے کہ وہ بھی خدا کے راست باز بندوں میں سے تھے، لیکن ایسے بندے تو کروڑہا دنیا میں گزر چکے ہیں اور خدا جانے آگے کس قدر ہوں گے، خدا کے تمام نبیوں نے میری (یعنی مرزا کی) تعریف کی ہے اور مجھے تمام انبیاء کا مظہر ٹھہرایا ہے اس سوچنے کے لائق ہے کہ امام حسین کو مجھ سے کیا نسبت ہے۔ خدا اور رسول نے مجھے فضیلت دی ہے، کیا یہ سچ نہیں ہے کہ قرآن اور احادیث اور تمام انبیاء کی گواہی سے مسیح موعود (مرزا قادیانی) حسین سے افضل ہے؟‘‘

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

’’حسین کو یہ شرف بھی نصیب نہیں ہوا کہ وہ موت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے قریب دفن کیا جاتا۔‘‘

قرآن شریف نے امام حسین کو ابنیت (حضورؐ کے بیٹے ہونے) کا نہیں دیا بلکہ نام تک مذکور نہیں (شاید مرزاجی کے نام کی مستقل سورۃ نازل ہوئی ہوگی از مولف)۔

امام حسین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا کہنا قرآن شریف کے نص صریح کے برخلاف ہے (پھر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ سخت غلطی ہوئی کہ آپ نے فرمایا: ’’ھذان ابنای‘‘ (حسن اور حسینؓ میرے بیٹے ہیں از مولف)۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

’’حق تو یہ ہے کہ قرآن شریف نے اس تعلق جو امام حسین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بوجہ پسر دختر ہونے کے تھا، نہایت ہی ناچیز کردیا۔‘‘ (معاذ اللہ)

مرزا کا شعر:

کربلا نیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

ترجمہ: کربلا ہر وقت میری سیر گاہ ہے اور سو حسین میری آستین میں ہے۔‘‘

مرزا قادیانی لکھتا ہے:

’’کیا تو اس یعنی حسین کو تمام دنیا سے زیادہ پرہیزگار سمجھتا ہے تو حسین کو تمام مخلوق سے بہتر سمجھتا ہے اور تمام ان لوگوں سے افضل سمجھتا ہے جو خدا نے پیدا کئے ہیں گویا لوگوں میں وہی ایک آدمی تھا اور اس کو خدا نے پاک کیا اور غیر ناپاک ہیں یہ تو بتلاؤ کہ اس یعنی حسین سے تمہیں دینی فائدہ کیا پہنچا۔‘‘ (ص:۸۰)

’’میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ، پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔‘‘

(ص:۱۹۳)

’’حسین کو مجھ سے کچھ زیادہ (افضلیت) نہیں۔‘‘ (ص:۱۹۳)

’’مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے، کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت میں خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسین تم دشت کربلا کو یاد کرلو، اب تک روتے ہو پس سوچ لو۔‘‘ (ص:۱۸۱)

’’تم نے اس کشتہ (یعنی حسین) سے مدد چاہی جو نومیدی میں مرگیا۔‘‘ (ص:۱۹۲)

’’تم نے خدا کے جلال اور مجھ کو بھلا دیا اور تمہارا ورد صرف حسین ہے، پس یہ اسلام پر ایک مصیبت کستوری کی خوشبو کے سامنے گوہ کا ڈھیر ہے۔‘‘ (روحانی خزائن ج۱۹ ص۱۹۴ تصنیف مرزا قادیانی)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی توہین:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب صواعق محرقہ کے ص:۱۸۸ پر لکھا ہے کہ:

’’قیامت کے دن اعلان ہوگا: ’’**غضوا ابصارکم حتی تجوز فاطمۃ الزھرا رضی اللہ عنھا**‘‘ سب اپنی اپنی آنکھیں بند کریں، کیونکہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سواری گزر رہی ہے۔‘‘ لیکن مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ: ایک دفعہ میں مغرب کی نماز سے فارغ ہوا تو اس وقت نہ تو مجھ پر نیند طاری تھی اور نہ ہی کوئی بے ہوشی کے آثار تھے بلکہ میں بیداری کے عالم میں تھا، اچانک سامنے سے ایک آواز آئی اور آواز کے ساتھ دروازہ کھٹکھٹانے لگا، تھوڑی دیر کے بعد دیکھتا ہوں کہ دروازہ کھٹکھٹانے والے جلدی جلدی میرے قریب آرہے ہیں یہ پنجتن پاک تھے یعنی علی، حسن، حسین، فاطمہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتا ہوں کہ فاطمہؓ نے میرا سر اپنی ران پر رکھ دیا۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص:۵۴۹ تصنیف مرزا)

(جاری ہے)

حفاظتِ قرآن کریم اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرکوبی

بیان: استاذ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد مدظلہ
ضبط و ترتیب: مولوی محمد رضوان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام گل بہاران، بہادر آباد میں سہ ماہی عظیم الشان "ختم نبوت سیمینار" منعقد کیا جاتا ہے، جس میں عروس البلاد کراچی کے جید اور نامور علماء و مشائخ عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور تحفظ ناموس رسالت جیسے اہم موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔ یہ پروگرام عموماً چھٹی کے دن صبح کے وقت رکھا جاتا ہے تاکہ شہر بھر کے معزز خواتین و حضرات زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہوسکیں اور علماء کرام کے بیانات سے مستفید ہوں۔ یاد رہے کہ انتظامیہ کی جانب سے خواتین کے لئے علیحدہ سے باپردہ نشستوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۷ر اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز اتوار صبح گیارہ بجے گل بہاران میں عظیم الشان "ختم نبوت سیمینار" شروع ہوا۔ شہر بھر کے مختلف علاقوں سے علماء و طلباء، تاجر حضرات، صحافی، وکلاء، کالجز و یونیورسٹیز کے طلباء اور کارکنان ختم نبوت کے علاوہ خواتین کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم اور حمد و نعت کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے استاذ الحدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب مدظلہ کو دعوت خطاب دی گئی۔ حضرت مولانا مدظلہ نے "حفاظت قرآن کریم" اور "جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی" کے موضوع پر اپنے دلکش انداز میں تفصیل سے روشنی ڈالی، جسے سامعین نے بڑے انہماک، دلچسپی اور ہمہ تن گوش ہوکر سماعت کیا۔ حضرت مدظلہ نے خطبہ مسنونہ اور انتظامیہ و شرکائے پروگرام کا شکریہ ادا کرنے کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جتنی آسمانی کتابیں نازل کیں، قرآن کریم کے سوا کسی کتاب کی حفاظت کا وعدہ نہیں فرمایا۔ تورات، انجیل اور زبور کی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا، صرف قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا: "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون"... ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے... تورات بڑی شان والی آسمانی کتاب ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا دورانیہ بھی خاصا طویل ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے تورات کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی، بلکہ وقت کے علماء کی ذمہ داری قرار دیا۔ یہی معاملہ زبور اور انجیل کے ساتھ ہوا۔

معزز سامعین! آپ جانتے ہیں کہ علماء کرام بھی معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں، یہ یہودی علماء ہوں یا عیسائی لاٹ پادری۔ معاشرے کے دباؤ سے دب جاتے ہیں، کبھی جان کے خطرے سے، کبھی مال و عہدہ کے لالچ میں اور کبھی حکومت کے دباؤ میں آجاتے ہیں۔ یہودی علماء نے حکومت کے دباؤ پر تورات میں تحریف کی جبکہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، اس لئے کہ قرآن قیامت تک کے لئے باقی رہے گا۔ تورات، زبور اور انجیل کو قیامت تک نہیں رہنا تھا۔ قرآن کے نظام، اسلامی شریعت، دین اسلام اور قرآنی احکام کو تا قیامت باقی رہنا تھا، اس لئے اس کی حفاظت کے متعلق فرمایا: "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔"

مفسرین نے یہاں تک لکھا ہے کہ جنت میں بھی قرآن عظیم اپنی پوری آب و تاب سے موجود ہوگا۔ اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ جنتیوں کے سامنے اپنی خوبصورت آواز میں تلاوت کریں۔ لحن داؤدی میں تلاوت قرآن کریم جنتیوں کے لئے کیا لذت و سرور ہوگی؟ پھر اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک کی تلاوت خود فرمائیں گے جسے سن کر تمام اہل جنت وجد و سرور میں جھوم جائیں گے، یہ اللہ پاک کا بہت بڑا انعام ہوگا۔

ہاں! تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہودیوں نے خود اپنی کتاب میں تحریف کی اور تورات و انجیل میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو پیشگوئی تھی اس میں بھی تحریف کردی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کا جو نقشہ پیشگوئی میں درج تھا اسے تبدیل کردیا، تو اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو موقوف کردیا۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جب کسی چیز کو موقوف کردیتا ہے تو نہ اس کی زبان رہتی ہے اور نہ خدوخال۔ اب دنیا میں اصلی حالت میں ایک بھی تورات کا نسخہ نہیں ہے۔ اور اس کی اصلی زبان عبرانی کا بھی وجود نہیں ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ اسرائیل اب اپنے اسکولوں اور کالجوں میں دوبارہ اسے رائج کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس کے برعکس قرآن کریم نے قیامت تک رہنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی۔ چنانچہ چودہ سو سال سے زائد گزرنے کے باوجود آج بھی قرآن حکیم اپنی اصلی حالت میں

محفوظ ہے اپنے تو اپنے، غیر مسلم بھی اقرار کرتے ہیں کہ اتنا عرصہ بیت جانے کے باوجود یہ کتاب معمولی تغیر وتبدل کے بغیر روز اول کی طرح محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے صرف ظاہری الفاظ کی ذمہ داری نہیں لی بلکہ اس کے احکامات کی حفاظت بھی ہے۔ عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر فرائض وواجبات یہ سب قرآن عظیم کی برکات ہیں۔ قرآن حکیم علم وحکمت اور اسرار ومعارف کائنات کا خزانہ ہے اور ساری دنیائے انسانیت اس کی نظیر پیش کرنے سے اب تک قاصر چلی آرہی ہے۔ یہ ساری کی ساری چیزیں قرآن کی حفاظت کی برکت سے محفوظ ہوگئیں، تمام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صرف قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تبارک و تعالیٰ نے لی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کے ضمن میں تمام چیزیں محفوظ ہوگئیں۔ اب قرآن ہو عالم نہ ہو، ناممکن ہے۔ قرآن ہو حافظ قرآن نہ ہو، ناممکن ہے۔ قرآن ہو مسجد نہ ہو، ناممکن ہے۔ قرآن ہو مدرسہ نہ ہو، ناممکن ہے۔ جہاں قرآن ہے وہاں اس کے پڑھنے پڑھانے والے، اس کے سمجھنے سمجھانے والے اس پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ لہٰذا علماء، طلباء کی حفاظت اور مساجد ومدارس کی حفاظت بھی اس ضمن میں آگئی۔

قرآن کریم قیامت تک محفوظ رہے گا، اس کا ایک شوشہ بھی ادھر ادھر نہیں ہوسکتا اور اگر یہ زندہ و تابندہ نہ ہوتا اور اس کے سارے شعبے زندہ نہ ہوتے، تو آج یہ علماء کرام معاشرے میں سر اٹھا کر نہ چلتے۔

جدید علوم کے ماہرین اعتراض کرتے کہ قرآنی احکام اس دور میں ناقابل عمل ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اس نہج پر اتارا ہے کہ آپ کا معاشرہ جتنا جدید سے جدید تر ہوجائے۔ قرآن عظیم اس کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ عیسائیت پر جب یہ دور آیا تو اسٹیٹ اور چرچوں کے پادریوں کے درمیان ایک لمبا چوڑا جھگڑا چلا کہ چرچ اور اسٹیٹ کا نظام ایک ساتھ چلایا جائے یا الگ چلایا جائے؟ لوگوں نے کہا کہ الگ کرو، لیکن عیسائی علماء جواب نہیں دے سکے، وہ عاجز آگئے تو کلیسا الگ ہوگیا اور اسٹیٹ الگ، اب حکومت کے معاملات میں کلیسا مداخلت نہیں کرسکتا اور کلیسا کے معاملات میں گورنمنٹ مداخلت نہیں کرسکتی۔

بعض حضرات ہمارے ہاں بھی اعتراض کرتے ہیں کہ مذہب کو حکومت سے الگ کردو مگر ان کا یہ غلط خیال ہے، اس لئے کہ مسلمانوں کے پاس زندہ و تابندہ کتاب قرآن حکیم موجود ہے۔ ڈیڑھ ہزار سال پہلے جو مسائل تھے یا اب تک جو مسائل پیش آرہے ہیں۔ قرآن عظیم ان کا حل بتاتا ہے، آج بھی کراچی میں ایک آدمی ایسا نہیں ہے، جو یہ کہے کہ میں دارالافتاء میں گیا اور مجھے فلاں مسئلہ کا جواب نہیں ملا۔ یہ محفوظ دین ہے اور اس محفوظ دین کی حفاظت کے لئے گویا اعلان ہے کہ یہ دین ہمیشہ کے لئے رہے گا اور قیامت تک نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رہے گا۔

عیسائیت اور یہودیت کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے جڑیں کاٹ دی ہیں، آج جو آدمی ان کی طرف مڑکر دیکھنے کی کوشش کرتا ہے وہ احمق ہے، وہ ایک مردہ گھوڑا ہے جو صدیوں سے مرچکا ہے، البتہ اتنی بات ہے کہ ان کے جو حکمران ہیں، ان میں لیاقت ہمارے حکمرانوں سے زیادہ ہے، وہ مردہ دین کو آگے بڑھانے کی کوشش کررہے ہیں اور ہم زندہ دین کو آگے نہ بڑھاسکے، یہ ہمارے حکمرانوں کی نالائقی ہے۔ عیسائی حکمران مردہ دین کے لئے جان کی بازی لگارہے ہیں، یہ افغانستان میں آخر اپنے دین کی بقا کے لئے آئے، بچاؤ کے لئے آئے۔ خدا کی قسم! وہ اپنے عقیدہ کے تحت آئے ہیں، ان کے گلے میں اب بھی صلیب لٹک رہی ہے اور وہ عقیدہ لے کر میدان میں اترتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں اگر اسلامی خلافت قائم ہوگئی تو ہماری حکومت کے لئے خطرہ ہوگا، وہ پچاس سال بعد کے خطرہ کو محسوس کررہے ہیں تو آج اس کے مقابلہ کے لئے کھڑے ہوگئے۔

اب میں جھوٹے مدعیان نبوت کی سرکوبی کے سلسلہ میں چند گزارشات پیش کرتا ہوں:

نبی مکرم ومعظم صلوٰۃ اللہ علیہ کے وصال سے کچھ پہلے جھوٹے مدعیان نبوت نے سر اٹھایا، صحابہ کرامؓ نے اپنی جان ومال کی قربانیاں دے کر ان کا سر کچل دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے جارہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:

"میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، ایک کتاب اللہ اور دوسری سنت رسول ہے، جب تک اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے۔"

گویا نبی علیہ السلام نے اپنی امت کو محفوظ حصار میں اور محفوظ مقام میں اتارا، جیسے شیر اپنے بچوں کو کچھار میں اتارتا ہے اور محفوظ مقام میں ٹھکانا بناتا ہے۔

محترم سامعین! میں عرض کررہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی کے آخری دور میں جھوٹے مدعیان نبوت نے سر اٹھایا، ظاہر ہے کہ ہر آدمی یہ سوچتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑا میدان تیار ہوگیا ہے۔ اب ہمیں حکومت کرنے کا موقع ملے گا، مفاد پرست اور طالع آزما قسم کے لوگ ہر دور میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں اسود عنسی، طلیحہ اسدی، مسیلمہ اور ایک سجاح نامی خاتون نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

روایات میں آیا ہے کہ مسیلمہ ایک وفد کے

ساتھ مدینہ منورہ آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو کچھ تحائف بھی دیئے تھے۔ مسیلمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنی نبوت میں مجھے بھی شریک کر لیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کھجور کی ایک معمولی ٹہنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں تمہیں منصب نبوت میں سے ایک ٹہنی بھی نہیں دوں گا۔

یہاں سے مایوس ہو کر اپنے وطن واپس چلا گیا اور وہاں جا کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس بدبخت نے اپنے قبائل اور خویش و اقارب کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس خبیث نے بڑی ڈھٹائی اور حماقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط لکھا، وہ خط میں آپ حضرات کے سامنے ترجمہ کر کے سناتا ہوں۔ عربی عبارت ہے، اس نے لکھا:

''مسیلمہ کی طرف سے جو رسول اللہ ہے، محمد کی طرف جو رسول اللہ ہے، تجھ پر سلام ہو، مجھے شریک کر دیا گیا ہے تیرے ساتھ، اس معاملہ نبوت میں، آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی زمین قریش کے لئے ہے، لیکن قریش قوم ظالم ہے، یہ ہمارا حصہ نہیں دے رہی۔''

گویا اب نبوت کو پلاٹوں میں تقسیم کر دیا ہے، آدھے پلاٹ تیرے اور آدھے ہمارے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں اسے خط لکھوایا جس کا پہلا جملہ تھا: ''من محمد رسول اللہ'' قرآن حکیم سورۂ ''فتح'' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نام سے پکارا گیا ہے: محمد رسول اللہ! صلح حدیبیہ کے موقع پر جب معاہدہ تحریر کیا جا رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہی جملہ لکھوایا، جس پر مشرکین مکہ نے اعتراض کیا کہ ہم رسول اللہ کو نہیں جانتے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور میں محمد بن عبداللہ ہوں، چلو اگر تم رسول اللہ کا انکار کرتے ہو تو محمد بن عبداللہ لکھو۔ حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اس جملہ کو مٹا دو۔ حضرت علیؓ نے ادب سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں ''محمد رسول اللہ'' کا لفظ نہیں مٹا سکتا، میرے قلم میں یہ جرأت نہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے یہ جملہ حذف کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی غیرت کو دیکھیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد نو یا دس سورتیں ایسی نازل ہوئیں کہ ان سورتوں میں صراحتاً یا ضمناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ کے نام سے یاد کیا گیا۔ دشمنان اسلام تو ردی کاغذ پر بھی محمد رسول اللہ کا نام برداشت نہیں کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ابدی صحیفے قرآن کریم میں لکھ دیا جو قیامت تک پڑھا جائے گا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خط میں لکھوایا: ''من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب'' ''مسیلمہ کذاب کے نام جھوٹے مسیلمہ کے نام، یہ لفظ آج عوام کی زبان پر ہے، عورتوں، مردوں کی زبان پر، چھوٹے بڑوں کی زبان پر، عالم، غیر عالم کی زبان پر ''مسیلمہ کذاب'' اب اگر کوئی اور جھوٹا آتا ہے تو اس کے ساتھ بھی کذاب کا لفظ لگتا ہے، یوسف کذاب، قادیانی کذاب، فلاں کذاب۔ یہ ایسا لفظ ہے جو چپک گیا ان جھوٹے دعویداروں کے ساتھ ''السلام علی من اتبع الھدیٰ'' سلام ہو اس پر جو ہدایت پر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کو سلام نہیں کیا اور یہ کافر کو خط لکھنے کا طریقہ

قرطاس رکنیت حاصل کیجئے

کتاب 3210
قرطاس رکنیت
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
اسم گرامی ....
مقام .... تحصیل .... ضلع ....
نگران .... تاریخ ....
ہدیہ رکنیت 10 روپے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سہ سالہ ممبر سازی کا آغاز بحمداللہ! ہو چکا ہے، تمام عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپیل ہے کہ دل کھول کر اپنی اور اہل وعیال کی ممبر سازی کرائیں تاکہ کل قیامت کے دن ہم اس جماعت کے خدام میں اٹھائے جائیں جن کی نسبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی عظیم المرتبت جماعت سے ہوگی۔ اپنے مقامی دفاتر ومبلغین ختم نبوت سے رابطہ فرمائیں جزاکم اللہ۔

(حضرت مولانا) عزیز الرحمن جالندھری (مدظلہ) مرکزی ناظم اعلیٰ

ہے۔تم اگر ہدایت پر ہو تو سلام ہے ورنہ نہیں ہے،اس کے بعد فرمایا: زمین اللہ کی ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے وارث بناتا ہے، اپنے بندوں میں سے اور آخر انجام متقین اور پرہیزگاروں کا ہے۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کی سرکوبی کی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے اباجان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اتنی بڑی بڑی آفات اور مصیبتیں آئیں کہ اگر وہ مصیبتیں پہاڑوں پر آتیں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ ایک طرف منکرین زکوۃ کا فتنہ رونما ہوا اور دوسری طرف اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا مسئلہ پیش آیا۔ جھوٹے مدعیان نبوت مسیلمہ اور سجاح نامی خاتون نے اپنے ماننے والوں کا ایک جم غفیر اپنے گرد اکٹھا کر لیا، اس طرح فتنہ ارتداد پھیل گیا۔

عراق میں سجاح نامی عیسائی عورت نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بنو تمیم سے اس کا تعلق تھا۔ اس نے اپنی فوجوں کو بنو تمیم کے ساتھ ملایا، اور کہا کہ میں نبیہ ہوں، اپنے نبی ہونے پر یہ دلیل دی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''لا نبی بعدی'' میرے بعد نبی نہیں ہوگا۔ اس سے مراد ہے کہ مرد نبی نہیں آئے گا، عورتوں کے نبی ہونے کا انکار نہیں کیا۔

ایسے سرپھروں کا علاج ڈنڈا ہے، یہ سمجھانے سمجھنے کی بات نہیں ہے۔ آپ سب حضرات ماشاء اللہ تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ پاکستان میں قادیانیوں میں سے کوئی ایسا شخص نہیں خواہ وہ عام آدمی ہو یا ان کا مربی جو کسی علمی الجھن میں پڑا ہوا ہو اور وہ سمجھ نہیں پا رہا ہو اور اپنے شکوک و شبہات کی وجہ سے وہ قادیانی ہو گیا۔ شریعت کا کوئی مسئلہ اسے سمجھنے میں دشواری ہو، کسی حدیث میں اس کو الجھن پیدا ہو گئی ہو... نہیں... ایسا نہیں کیونکہ دین اسلام میں کوئی پیچیدگی ہے ہی نہیں، یہ لوگ صرف دنیاوی اغراض کے لئے قادیانی ہوتے ہیں۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ سے ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ مولانا نے پوچھا: ڈاکٹر صاحب ہمارے نوجوان کیوں قادیانی بنتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ دو چیزوں کے لئے، کوٹھی اور بیوی.... یہ قادیانی کوٹھی بھی دیتے ہیں اور بیوی بھی دے دیتے ہیں، تو نوجوان اپنے مستقبل اور اچھی نوکری کے لئے قادیانی بنتا ہے، اپنی عزت اور ایمان کو فروخت کرتے ہیں۔

محترم سامعین! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت صدیق کا ابتدائی دور خلافت بہت کٹھن تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں اپنے مبارک ہاتھوں سے جھنڈا باندھ کر جیش اسامہ کو روانگی کا حکم فرمایا تھا۔ یہ لشکر مدینہ منورہ سے باہر رکا ہوا تھا، اس اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو بعض صحابہ کرامؓ کی رائے ہوئی کہ اہل مدینہ کی حفاظت کے پیش نظر اس لشکر کو ملتوی کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دیں، مگر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس رائے کی سختی سے مخالفت کی اور فرمایا کہ اگر ازواج مطہراتؓ کے دامنوں کو بھیڑیے نوچ لیں یا کوئی اور مصیبت نازل ہو جائے مگر میں جیش اسامہ کو ضرور روانہ کروں گا، اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے حالات کی نزاکت کا احساس دلایا، لیکن سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جھنڈا خود اپنے ہاتھ سے باندھا ہے۔ میں اس جھنڈے کو نیچے نہیں رکھ سکتا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کچھ اور بھی اصرار کیا۔ عرض کیا: آپ امیر لشکر اسامہؓ کو تبدیل کر دیں، کیونکہ اسامہ تو جوان، نو عمر لڑکا ہے ۱۷ سال کی عمر ہے اور اس کی قیادت میں بڑے بڑے صحابہؓ اور جرنیل بھی ہیں اور خود حضرت عمر فاروقؓ بھی اس کے ماتحت تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی حیثیت ایک سپاہی کی تھی اور اسامہؓ چیف آف اسٹاف تھے، عرض کیا: کم از کم اسامہ کو تبدیل کر دیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو غصہ آ گیا اور جلال میں آ کر عمر فاروقؓ کو داڑھی سے پکڑ لیا اور کہا کہ ''نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو امیر بنایا، اس کو میں تبدیل کر دوں؟ میری یہ جرأت؟ عمرؓ تمہیں کیا ہو گیا؟ آپ دور جاہلیت میں تو بہت بہادر تھے اور اب اسلام میں آ کر بزدل بن رہے ہو، سن لیجئے وحی بند ہو گئی ہے اور دین کامل و مکمل ہو گیا ہے لوگ دین کے حصوں کو توڑیں اور میں زندہ رہوں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔''

چنانچہ رومی سلطنت کے خلاف تین ہزار مجاہدین پر مشتمل جیش اسامہ کو کوچ کا حکم فرمایا، کیا ہوا؟ اس لشکر کے گزرنے سے قبائل پر بہت اچھا اثر پڑا۔ اور آس پاس کے لوگوں پر اثر ہوا، وہ سہم گئے۔

(جاری ہے)

مولانا محمد صادق شاہ صاحب کو صدمہ

گزشتہ دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حلقہ اسٹیل ٹاؤن کراچی کے رہنما، جامع مسجد المصطفیٰ کے امام و خطیب حضرت مولانا محمد صادق شاہ صاحب مدظلہ کی ہمشیرہ اور مولانا قاضی عبدالحق صاحب (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ سکھر) کی اہلیہ محترمہ بقضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور نیک سیرت خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ راحت نصیب فرمائے اور پسماندگان کو مرحومہ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

خبروں پر ایک نظر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کا دورہ سکھر

لاڑکانہ (محمد حسین ناصر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کا ایک سہ رکنی وفد جو مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا مفتی محمد راشد مدنی اور محمد حسین ناصر پر مشتمل تھا تین روزہ دورہ پر لاڑکانہ آیا۔ جہاں جامعہ اشاعت القرآن والسنہ کے استاذ الحدیث مولانا مسعود احمد سومرو نے وفد کا خیر مقدم کیا۔ ۲۳ دسمبر بعد نماز عشاء ایشیا ہوٹل میں منعقدہ سہ روزہ رد قادیانیت کی پہلی نشست سے رحیم یار خان کے مبلغ مفتی محمد راشد مدنی حفظہ اللہ نے امام مہدی علیہ الرضوان کے عنوان پر خطاب کیا۔ احادیث نبویہ سے امام مہدی کی علامات اور مرزا قادیانی کے ساتھ اس کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔

۲۴ دسمبر ظہر سے عصر تک جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے ناظم اعلیٰ مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو کی دعوت پر ان کے جامعہ کے طلباء سے خطاب کیا اور انہیں عقیدۂ ختم نبوت اور حیات مسیح علیہ السلام پر لیکچر دیا، جبکہ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے رتو ڈیرو میں مغرب کی نماز کے بعد خطاب کیا اور سندھ کے مسلمانوں کو قادیانیت کے کفریہ عقائد اور طریقہ واردات سے آگاہ کیا۔ وفد نے مولانا مسعود احمد سومرو کی قیادت میں گڑھی خدا بخش میں دو سابق وزراء اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو، محترمہ بے نظیر بھٹو کے مقبرہ کو بھی دیکھا۔ مقبرہ میں مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دو بیٹوں شاہنواز بھٹو، میر مرتضیٰ بھٹو کی قبریں بھی ہیں۔ قبروں پر سیاست نظر آئی کہ بھٹو اور بے نظیر کی قبروں پر تعویذ بنے ہوئے تھے اور کتبے لگے ہوئے تھے جبکہ مرتضیٰ اور شاہنواز کی قبریں بغیر تعویذ کے تھیں اور ان پر چادر چڑھا کر چھپایا ہوا تھا۔ اسی روز رد قادیانیت کورس ایشیا ہوٹل کی دوسری نشست سے مفتی راشد مدنی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کے مسئلہ پر خطاب کیا اور مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کا پردہ چاک کیا اور تقابلی جائزہ پیش کیا۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان بنیادی اختلاف پر مشتمل تعارف کرایا اور قادیانیوں کے مرزا کے دعویٰ نبوت کے متعلق بتلایا کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت مطلق نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ خاص قسم کی ظلی و بروزی نبوت کا ہے، لہٰذا دلیل بھی خاص ہونی چاہئے۔ اس پر مولانا نے ان کے شبہات کے جوابات دیئے۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے مبلغین ختم نبوت کا شکریہ بھی ادا کیا اور کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مدرسہ کے دروازے چوبیس گھنٹے کھلے ہیں۔

۲۵ دسمبر کو ظہر سے عصر تک مولانا شجاع آبادی نے قبلہ ڈاکٹر صاحب کے مدرسہ میں طلباء سے خطاب کیا اور مرزا قادیانی کے کردار ورکیرکٹر کو موضوع بحث بنایا۔ مولانا نے بتلایا کہ قادیانی لٹریچر کے مطابق مرزا قادیانی شراب پیتا تھا اور جو شراب پئے وہ اللہ کا نبی نہیں ہوسکتا۔ قادیانی لٹریچر کے مطابق مرزا قادیانی زنا کرتا تھا، جو زنا کرے وہ اللہ کا نبی نہیں ہوسکتا، اور اللہ تعالیٰ کا نبی زنا کے قریب نہیں جاسکتا بلکہ گناہ اللہ کے نبی کے قریب نہیں آسکتے۔ بعد نماز عشاء ایشیا ہوٹل میں کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی، جس سے مولانا شجاع آبادی نے مقبول عام لیکچر دیا، جس میں اوصاف نبوت کو بیان کیا اور بتلایا کہ مرزا قادیانی میں ایک بھی وصف نہیں پائی جاتی۔ آخر میں سامعین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ مولانا مسعود احمد سومرو کی دعا پر کورس اختتام کو پہنچا۔ خلیج ٹورز کے ڈاکٹر عبدالکریم کی طرف سے شرکاء کورس کی مدینہ طیبہ کی کھجوروں اور آب زمزم سے تواضع کی گئی۔ کورس میں جدید تعلیم یافتہ احباب نے بھرپور شرکت کی اور کورس کی سرپرستی مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو نے کی۔ سومرو صاحب درمیانی شب میں تشریف لائے اور آخر تک تشریف فرما رہے۔ ☆☆☆

تربیت اولاد

فرمایا.... اولاد کی پرورش ونگہداشت بہت اہم ذمہ داری ہے ان کو ابتداء ہی سے جب ان میں سمجھ پیدا ہونے لگے، اللہ ورسول کا نام سکھنا شروع کر دینا چاہئے، پھر ابتدائی عمر میں قرآن شریف کا ختم کرنا اور ضروری مسائل پاکی وناپاکی کے جائز وناجائز، حلال وحرام چیزوں سے ضرور مطلع کر دینا چاہئے۔ پھر ابتداء ہی سے نماز کی عادات ڈالنا چاہئے۔ ان کا لباس پوشاک صرف اسلامی طرز کا رکھنا چاہئے۔ ان کے اخلاق کی نگرانی رکھنا چاہئے ان کو نشست وبرخاست اور کھانے پینے کے آداب سکھانا چاہئیں، بُری صحبت سے ان کو خاص طور پر بچانے کی فکر رکھنا چاہئے۔ اس کے علاوہ اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کرنا چاہئے۔

(ملفوظ، عارف باللہ حضرت عبدالحئی عارفی نوراللہ مرقدہ)

Regd.SS160

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی مطبوعات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ ملتان فون : 061-4583486, 4783486